

كتاب الصلاة

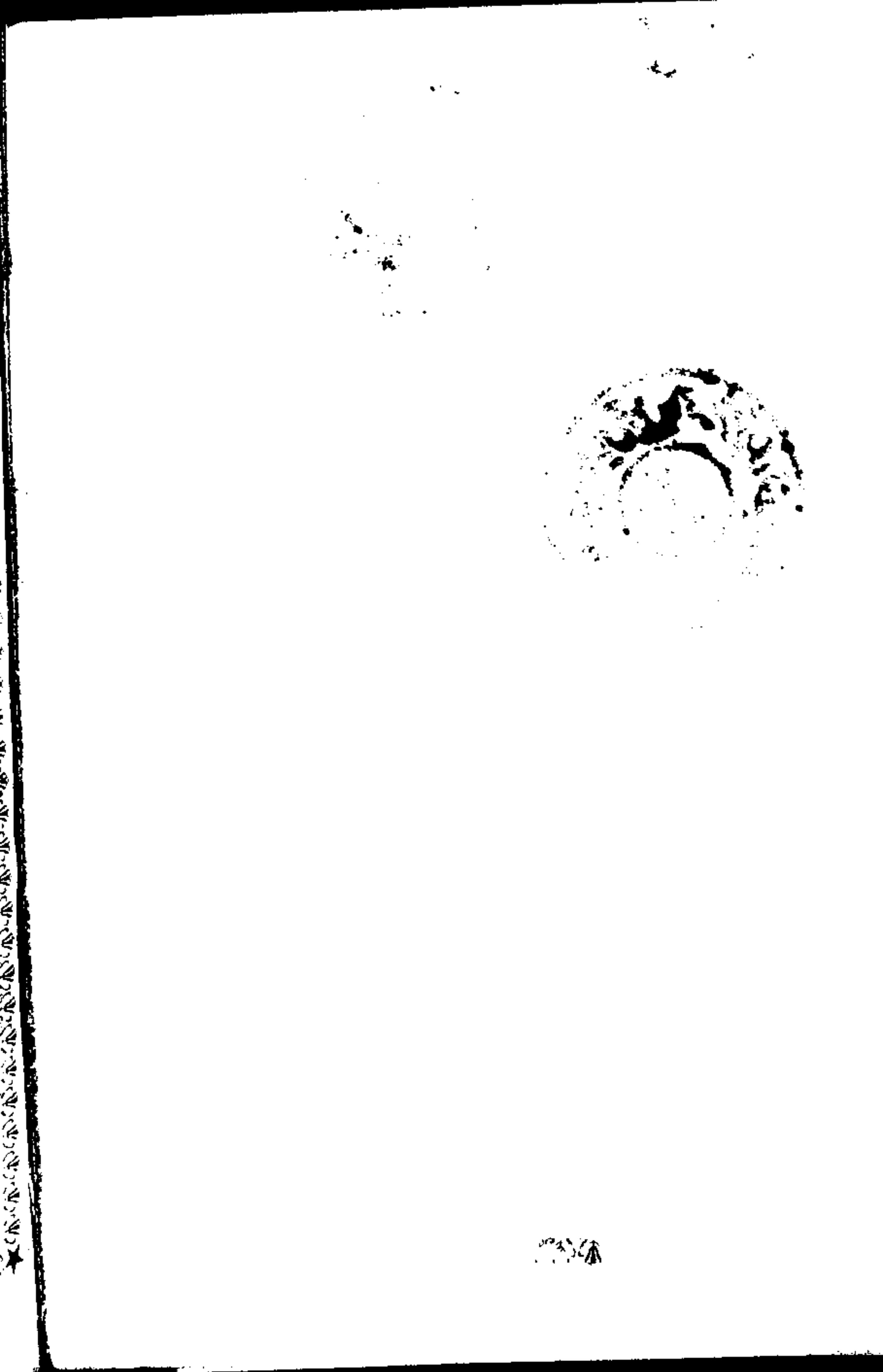
نماز عبد الله

هو كتاب في الصلاة المكتوبة

نماز

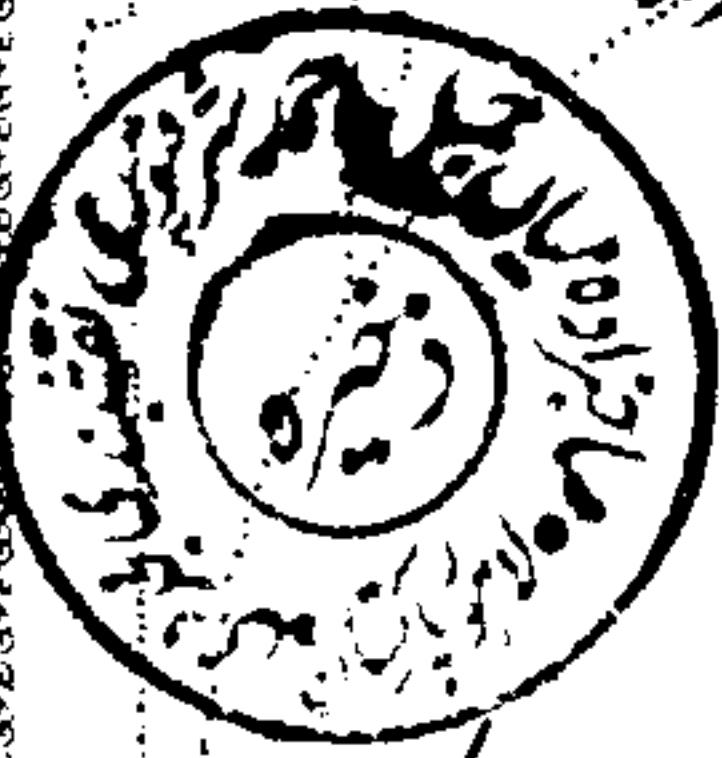
الكتاب

3260



ایموا الصلوة والذکر وایمان المسلمین

کتاب الصلوة



حقیقیہ لاہور
کتاب

مؤلفہ

عظمت الایمان حضرت مولانا ابویوسف محمد شریف صاحب محدث اللہ علیہ رحمۃ

فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور

ناشر _____ حامد اینڈ کمپنی لاہور 86304

کتاب کا نام _____ نماز مدلل ~~86304~~

مؤلف _____ حضرت فقیہ اعظم مولانا ابویوسف

محمد شریف صاحب محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

کاتب _____ طالب حسین

مطبع _____ پرنٹرز ریٹیکن روڈ لاہور

قیمت _____ 1 روپے

تعارف

اس کتاب میں شروع و ضوٹ سے اخیر نماز کے سلام تک ہر ایک فرض واجب سنت مستحب کے لیے قرآن کریم احادیث رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت پر زور دلائل لکھے گئے ہیں اور مسئلہ فاتحہ خلف الامام رفع الیدین، اکین بالجہر اور وضع یدین پر مفصل بحث کی گئی ہے اور مسائل مختلفہ میں نہایت تحقیق کے ساتھ مذہب حنفی کو ترجیح دی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ حنفی مذہب میں جو نماز پڑھنے کا طریقہ ہے یہی طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

86404

غنوان = ~~مفتوح~~
 مصنف = ~~محمد رفیع~~

کتاب اصول دینی کی نظر عبدالمجید

نماز ایک اہم فریضہ ہے مگر جس قدر یہ اہم ہے، اسی قدر اس کے مسائل و دلائل سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ بالخصوص حنفی مسلمان کو اپنے مذہب کے دلائل و براہین کچھ یاد نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ غیر مقلدین آئے دن مذہب حنفی کے خلاف تحریر و تقریر سے کام لے رہے ہیں۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک کو وہ اپنے زعم میں مخالف حدیث ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں۔ مگر مقلدین امام کو گویا اس بات کی پرواہ ہی نہیں۔

والدی المعظم حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب محدث کو ثلوی رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث میں ایک خاص دسترس حاصل تھی اور اس بات کا مخالفین کو بھی اقرار ہے۔ حضرت موصوف نے مذہب حنفی کی تائید و تبلیغ کے جذبہ کے ماتحت نماز کے متعلق یہ تصنیف فرمائی تھی۔ اس میں آپ نے نماز کے جملہ ارکان و مسائل کو دلائل سے ثابت کر کے نماز کے ہر گوشہ پر شرعی روشنی ڈالی ہے اور اسی سلسلہ میں مسائل نماز کے وہ مختلف فیہ مسائل جن پر مخالفین امام اعظم آئے دن شور مچانے کے عادی ہیں آپ نے دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے مدلل و مبرہن کر کے بیان فرما دیئے

ہیں اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جس طریق پر نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ یہی طریق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ یہ کتاب حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے دو مرتبہ خود شائع فرمائی تھی۔ جو بڑی مقبول ہوئی۔ اور اب مدت سے ختم ہو چکی تھی۔ اکثر احباب کا تقاضا تھا کہ اس مفید کتاب کو پھر سے شائع کیا جائے۔ جتنا نچہ اب اسے دوبارہ حامد اینڈ کمپنی کے اہتمام میں شائع کیا گیا ہے۔ امید ہے یہ کتاب عوام و خواص کے لیے بڑی مفید ثابت ہوگی۔

الوالنور محمد شبیر

86704

قابل توجہ حضرات احناف

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا لکھا ہوا دیباچہ

حضرات آپ کو معلوم ہوگا کہ جماعت احناف کس قدر مذہب سے پیغمبر ہے۔ نہ عبادت کا پتہ ہے، نہ معاملات کی خبر ہے۔ اس جماعت کے بڑے بڑے کس رسیدہ حضرات نماز کے فرائض، واجبات اور سنن وغیرہ تک نہیں جانتے۔ اِلَا مَا شَاءَ اللہ۔ ان کا شغل لایعنی قصہ کہانیوں اور فضول جھگڑوں میں رہتا ہے۔ یہ اپنی حقانیت میں کچھ ایسے مست اور بے خبر ہیں کہ انہیں پتہ نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ مذاہب باطلہ ترقی پر ہیں اور یہ دن بدن کمزور ہو رہے ہیں۔ وہابی، مرزائی، شیعہ، چکڑالوی وغیرہ سب کے سب ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا سے حقیقت کا نام مٹ جائے۔ اسی طرح آریہ، عیسائی تہتہ کرچکے ہیں کہ اہل اسلام کو ہندوستان سے نکال دیا جائے۔ وہ اپنی متفقہ طاقتوں سے زور لگا رہے ہیں۔ اور کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ کیوں حنفی مسلمان دوسرے مذاہب میں مل جاتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ یہ جماعت مذہبی علوم سے ناواقف ہے جب کوئی مخالف شبہ و التباس، بہ سبب بے علمی کے فوراً شبہ میں پھنس جاتے

ہیں۔ اور یہاں تک بدظن ہو جاتے ہیں کہ اپنے مذہب کے عالم سے اس شبہ کا حل بھی نہیں چاہتے۔ برخلاف اس کے مذاہب باطلہ کا بچہ بچہ اپنے مذہب کے دلائل سے واقف اور اس کی اشاعت میں سرگرم ہے۔ مگر ایک یہی جماعت ہے جو اس وقت سب سے پیچھے ہے۔ ہم نے محض دینی خدمت سمجھ کر خالصتہً لوجہ اللہ چند ایسی کتابیں لکھی ہیں جن کے مطالعہ سے یقین ہے کہ برادرانِ احناف اپنے مذہب کے دلائل سے واقف ہو کر کسی مخالفت کے دھوکا میں نہ آسکیں گے۔ پس اگر آپ کو اپنے مذہب کی کچھ بھی محبت ہے، تو ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیں جن کا کتاب کے آخر میں اشتہار درج ہے تاکہ آپ دوسری ناپاب کتابوں سے بھی بہرہ مند ہو سکیں۔

ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ
کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲	کانوں کا مسح کرنا	۳	پہلی نظر (ویباچہ)
۳۲	سر کے پچھے ہوئے پانی	۱۱	نماز مدلل
۳۲	سے کانوں کا مسح کرنا	۱۲	وضو کا بیان
۳۶	سارے سر کا مسح کرنا	۱۳	وضو میں نیت کرنا
۳۶	پگڑھی پر مسح کرنا	۱۳	وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا
۴۰	گردن کا مسح کرنا	۱۵	صفت وضو
۴۲	دونوں پاؤں کا دھونا	۱۶	وضو میں دونوں ہاتھوں کا
۴۵	وضو میں کوئی جگہ خشک نہ رہے	۱۶	پہنچوں تک دھونا
۴۶	وضو میں داہنی طرف کا پہلے دھونا	۱۸	وضو میں مسواک کرنا
۴۶	اعضا کا تین تین بار دھونا	۱۹	مسواک کس طرح کریں
۴۸	تین بار سے زیادہ اور ایک بار	۲۱	مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو ملے
۴۸	سے کم دھونا نہیں چاہیے	۲۲	مضمضہ اور استنشاق کا الگ الگ ہونا
۵۰	وضو کی دعائیں	۲۲	مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا
۵۱	وضو کا ثواب	۲۵	داڑھی کا خلال کرنا
۵۲	غسل کا بیان	۲۶	انگلیوں کا خلال کرنا
۵۶	غسل میں مضمضہ اور استنشاق	۲۸	کہنیوں اور ٹخنوں کا دھونا
	فرض ہے۔	۳۲	چوتھائی سر کا مسح کافی ہونا۔

۱۵۵	امام اور مقتدی دونوں آئین کہیں	۶۱	عورت پر غسل میں گوندھے ہوئے
۱۵۶	آئین بالستر کا بیان	۶۲	بالوں کا کھولنا واجب نہیں
۱۶۰	اللہ اکبر کہہ کر رکوع جانا	۶۳	غسل کے بعد وضو کرنا ضروری نہیں
۱۶۰	رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنا	۶۵	موجبات غسل کے بیان میں
۱۶۴	رکوع میں پیٹھ برابر رکھنا	۶۶	نماز کا بیان
۱۶۵	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا	۶۶	نماز میں نیت
۱۶۶	رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا	۶۸	زبان سے نیت کرنا
۱۶۶	رکوع میں جاتے ہوئے سبحان ربی العظیم کا تین بار پڑھنا	۸۳	تکبیر تحریمہ کی وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانا اور اللہ اکبر کہنا
۱۶۹	رکوع میں سر اٹھانے کے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہنا	۸۸	دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا
۱۶۰	امام اور منفرد تسبیح اور تحمید دونوں کہے	۹۰	ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا
۱۶۱	قومہ، جلسہ آرام سے کرنا	۹۵	ثناء پڑھنے کے بیان میں
۱۶۴	سجدہ جاتے ہوئے پہلے گھٹنوں کا پھر ہاتھوں کا رکھنا	۱۰۱	امام اور منفرد کا بعد ثناء اعوذ پڑھنا
۱۶۵	سجدہ میں منہ کو دونوں پتھیلیوں کے درمیان اور ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھنا	۱۰۲	بسم اللہ پڑھنے کا بیان
		۱۰۵	اعوذ اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا
		۱۱۱	امام اور منفرد کا سورۃ فاتحہ و دیگر سورت کے پڑھنے کے بیان میں
		۱۱۳	قرأت خلف الامام کے بیان میں
		۱۵۴	سورۃ فاتحہ کے بعد آئین کہنا

190	{ دوسرے سجدے سے اٹھنا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے }	166	{ سجدے میں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے نہ ملائے }
194	دوسری رکعت میں نثارِ اعوذ نہ پڑھے	169	سجدے میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ضم کرنا
194	{ دوسری رکعت میں امام اور منفرد الحمد اور سورت بھی پڑھے }	169	{ سجدے میں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے }
196	تشہد میں کس طرح بیٹھے	181	سجدہ میں بازو زمین پر نہ بچھائے
198	تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے	181	سجدہ میں ٹھونگ نہ مارے
199	قعدہ اولیٰ میں کیا پڑھے	183	سجدے میں پیشانی اور ناک دونوں لگائے
201	قعدہ اولیٰ میں نہ درود ہے نہ دعا	183	سجدے میں تین بار سبحانِ ربی الا علیٰ پڑھے
202	{ پچھلی دو رکعتوں میں امام و منفرد صرف فاتحہ پڑھے }	184	مرد سجدہ میں اپنا سچھا اٹھائے
203	{ قعدہ اخیرہ میں بھی دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں بچھائے }	185	عورت سجدے میں اپنا سچھا نہ اٹھائے
204	{ عورت دونوں قعدوں میں دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بیٹھے }	186	{ سجدے میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہنا }
205	قعدہ میں درود شریف کا پڑھنا	188	دونوں سجدوں میں بائیں پاؤں بچھا کر بیٹھنا
206	نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں	188	دونوں سجدوں کے درمیان کتنا ٹھہرے
209	قعدہ اخیرہ میں دعا پڑھنا	188	{ دوسرے سجدے سے اٹھانے کے وقت پہلے سر بچھ رہا ہاتھ پھیرنا اٹھائے }
210	سلام پھیرنا	189	{ سجدے سے اٹھتے ہوئے گھٹنوں اور رانوں پر اعتماد کرتے ہوئے اٹھے }

۲۶۲	{ دعائے قنوت کے وقت رفع الیدین کرنا	۲۱۱	{ سلام کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا
۲۶۳	دعائے قنوت کے الفاظ	۲۱۱	سلام کے بعد کیا پڑھے
۲۶۶	وتروں کا وقت	۲۱۲	نماز کے بعد دعا مانگنا
۲۶۸	وتروں کا افضل وقت	۲۱۲	ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا
۲۶۹	سونے سے پہلے وتر پڑھنا	۲۱۴	نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھے
۲۶۰	{ وتروں کی تین رکعتوں میں قرأت پڑھنا	۲۱۴	{ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت
۲۶۱	{ وتروں کی تین رکعتوں میں پڑھنا	۲۱۶	ترک جماعت کی بُرائی
۲۶۳	{ وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا	۲۱۸	ترک جماعت کا جواز
۲۶۵	وتروں کے بعد کیا پڑھے	۲۱۹	امام برگزیدہ قوم ہو
۲۶۴	{ سواری پر سے اتر کر وتر پڑھے	۲۲۳	نماز وتر کا بیان
۲۶۶	{ ایک رات میں دو بار وتر نہ پڑھے	۲۲۳	وتر واجب ہیں
۲۶۹	السنة الاجازت	۲۲۶	وتر تین رکعت ہیں
		۲۳۶	{ وتروں میں دو تشهد اور ایک سلام
		۲۵۶	وتروں میں دعائے قنوت
		۲۵۷	دعائے قنوت کو ع سے پہلے پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نماز مدلل

بعد حمد و صلوة فقیر محمد شریف برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مدت سے میرے دل میں تمنا تھی کہ کم علم احباب کے لیے نماز پڑھنے کا طریقہ مفصل اور مدلل سلیس اردو میں بیان کیا جائے اور ہر ایک مسئلہ کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا جائے۔ لیکن حکم کُلُّ امرٍ مرہونٌ بوقتہا۔ آج تک التوارہا۔ آج بفضلہ تعالیٰ اس کا وقت آپہنچا۔ اور فقیر نے متوکلاً علی اللہ اس اہم کام کو شروع کیا۔ امید ہے کہ ناظرین اس سے فائدہ اٹھا کر خاکسار کے حق میں دُعائے خیر فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں میری غرض کسی شخص کی دل آزاری نہیں بلکہ مقصود صرف رضا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی نل سابر کرنا

مطلوب ہے کہ ہم جس طریق پر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ طریق بے دلیل نہیں۔ بلکہ کتاب و سنت میں اس کے دلائل پائے جاتے ہیں۔ اور یہی طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نماز بھی اسی طریق پر تھی۔ وَاللّٰهُ وَٰلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ وَبِیْدِهِ اَزْمَةُ الْحَقِیْقِیْنَ

وضو کا بیان

نماز کے لیے وضو شرط ہے۔ اس لیے پہلے وضو کا بیان کیا جاتا ہے۔ جانشا چاہیے کہ وضو میں چار فرض ہیں۔ (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) پاؤں کا دھونا۔ اصل اس باب میں قول اللہ جل شانہ کا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ
إِلَى الْكَعْبَيْنِ -

فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو
تو اپنے مونہوں کو دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور اپنے
سرروں پر (تر) ہاتھ پھیرا کرو۔ اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک (دھو یا کرو)
وضو میں باقی جتنے کام ہیں، وہ سب سنت یا مستحب ہیں۔ وضو کا طریقہ یہ ہے
کہ پہلے نیت کرے۔ اور بسم اللہ پڑھ کر تین دفعہ ہاتھوں کو پہنچوں تک دھوئے۔

پھر سواک کرے۔ پھر منہ میں تین بار کلی کرے۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ پھر تین بار منہ کو دھوئے۔ پھر تین بار داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھوئے۔ پھر تین بار بائیں ہاتھ کو کہنیوں تک دھوئے۔ پھر سر کا مسح کرے۔ پھر کانوں کا مسح کرے۔ پھر گردن کا مسح کرے۔ پھر دائیں پاؤں کو ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے۔ پھر بائیں پاؤں کو تین بار ٹخنوں کے سمیت دھوئے۔ اب ہم ان امور کو ذرا تفصیل کے ساتھ مع دلائل لکھتے ہیں۔

وضو میں نیت کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اُس نے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ (الحديث متفق عليه) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اعمال (کا ثواب) نیتوں پر ہے۔

اس حدیث کو بخاری و مسلم و دیگر صحاح نے روایت کیا۔ (شکوۃ ص ۲) چونکہ وضو بھی ایک عمل ہے۔ اس لیے بغیر نیت کے گو وضو صحیح ہو جائے گا۔ لیکن اس کا ثواب نہیں ہوگا۔ البتہ نیت کرنا وضو میں فرض نہیں سنت ہے

وضو سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَاهُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ فَإِنَّ حَفَظْتَكَ لَا تَبْرَحَ تَكْتُبُ لَكَ

الْحَسَنَاتِ حَتَّى تَعُدَّ مِنْ ذَلِكَ الْوَضُوءِ -

(رواه الطبرانی فی الصغیر۔ قال الہیثمی اسنادہ حسن)

(مجمع الزوائد۔ ص ۲۹ جلد ۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے ابو ہریرہ! جب تو وضو رکھا ارادہ کرے تو کہے بسم اللہ والحمد للہ (اس لیے کہ اس کے کہنے سے تمہارے محافظین فرشتے ہمیشہ تیرے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے اس وضو کے ٹوٹنے تک۔

اس حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر صفحہ ۳۸ میں روایت کیا۔ حافظ بیہمی نے کہا کہ اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن صفحہ ۳۰) تلخیص صفحہ ۲۶ علامہ شامی نے رد المحتار صفحہ ۱۱۳ جلد اول میں عینی شرح ہدایہ سے اس حدیث کی سند کا حسن ہونا نقل کیا ہے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يُدْكَرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ -

(رواه الترمذی وابن ماجہ)

سعید بن زید سے روایت ہے، کہا اس نے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا وضو نہیں جس نے وضو پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸) نیز اس حدیث کو امام احمد ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے اور دارمی نے ابو سعید خدری

سے روایت کیا ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ اس کا وضوء کامل نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ اور اس حدیث میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ اس لیے قائلین و جوہ کے پاس کوئی دلیل قوی نہیں۔ نیز مشکوٰۃ صفحہ ۳۹ میں ابو ہریرۃ و ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ
وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ لَمْ يُطَهَّرْ إِلَّا مَوْضِعَ
الْوَضُوءِ - (رواہ الدارقطنی)

یعنی جس نے وضوء کیا۔ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا۔ یعنی بسم اللہ پڑھی تو اس کا یہ وضوء اس کے تمام بدن کا پاک کرنے والا ہوگا۔ اور جس نے وضوء کیا اور اللہ کا نام نہ لیا۔ تو اس کا وضوء صرف اس کے اعضاء وضوء کا پاک کرنے والا ہوگا۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا۔ معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں۔ اگر بسم اللہ واجب ہوتی تو بدوں اس کے کچھ بھی پاک نہ ہوتا۔ کیونکہ وضوء ہی نہ ہوتا۔

صفت وضوء

عَنْ حُمَرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ
دَعَا بِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى نَفْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فغَسَلَ بِمَا
نُتِرَ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِزَاءِ فَمَعْنَمَنْ وَاسْتَنْشَقَ
ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَوَيْدِيهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ
ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي
هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ
عُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ -

رواہ الشیخان (آثار السنن صفحہ ۳۰ - مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

حمران مولا عثمان سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے برتن منگوایا اور ہاتھوں پر
تین بار پانی ڈالا۔ اور ان کو دھویا۔ پھر وایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر
پانی لیا اور منمضہ اور استنشاق کیا۔ یعنی منہ اور ناک میں پانی ڈالا۔
پھر تین بار چہرہ کو دھویا اور تین بار ہاتھوں کو کہنیوں تک۔ پھر
سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں تین بار ٹخنوں تک دھوئے۔
پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص وضو کرے
میرے اس وضو کی طرح۔ پھر پڑھے دو رکعتیں نہ بات کرے
دل اپنے سے اس نماز میں بخشا جاتا ہے، واسطے اس کے جو پہلے
کیا گناہ سے۔" اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔ خیال اللہ
ہی کی طرف لگائے رکھے۔ دل میں دنیا کی باتیں نہ کرے۔ اگر خطرات آئیں تو
ان کو دفع کرے۔ نیز وضو کے پہلے دونوں ہاتھوں کا پہنچوں تک تین بار

دھونا پھر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ پھر چہرہ کا تین بار دھونا۔ پھر ہاتھوں کا کہنیوں تک تین بار دھونا۔ پھر سر کا مسح کرنا۔ پھر پاؤں کا تین بار دھونا ٹخنوں تک۔ ان سب امور کا ثبوت اس حدیث میں موجود ہے۔

وضو میں دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا

عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ أَنَّ عُمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَافْرَغَ
بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْبُسْرَى ثُمَّ غَسَلَهُمَا إِلَى الْكَوْعَيْنِ۔

(المحدث، رواه ابو داؤد وسکت عند)

ابو علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے پانی منگایا۔ پھر وضو کیا۔ اس طور پر کہ اول اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھویا۔ (تمام حدیث تک) اس کو ابو داؤد نے ص ۲۶ جلد اول میں روایت کیا اور اس پر سکوت فرمایا۔

نیز صحیح مسلم مطبوعہ انصاری کے جلد اول صفحہ ۱۳۶ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے:

إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ
فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ
بَاتَتْ يَدُهُ۔

یعنی جب کوئی تم میں سے سونے کے بعد اٹھے۔ اُس کو چاہیے کہ جب تک اپنے ہاتھوں کو تین بار نہ دھولے۔ برتن میں نہ ڈالے۔

کیوں کہ اس کو یہ خبر نہیں کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ کہاں تک پہنچا ہو۔

علاوہ اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے پہلے دونوں ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا صحاح ستہ میں طرق متعدد سے ثابت ہے۔ علامہ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں مفصل ذکر کیا ہے۔

وضو میں مسواک کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنِ اشْتَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتَهُمْ بِتَاخِيرِ الْعِشَاءِ وَبِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ - (متفق علیہ)
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میں مشکل نہ جانتا اپنی امت پر البتہ ان کو حکم کرتا ساتھ تاخیر عشاء کے۔ اور ساتھ مسواک کرنے کے نزدیک ہر نماز کے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

(مشکوٰۃ ص ۳۶)

امام احمد کی روایت میں اَمَرْتَهُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوءٍ - آیا ہے۔ اور صحیح بخاری میں تَعْلِيْقًا عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ ہے۔ یعنی اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو ہر وضو کے ساتھ یا ہر وضو کے نزدیک مسواک کا حکم کرتا تیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ
فَيَسْتَقِفُّ إِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ. (رواه احمد و ابو داؤد)

یعنی تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ سوتے رات کو نہ دن کو۔ پس
جاگتے مگر وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔ اس کو امام احمد اور ابو داؤد
نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷)

امام منذری ترغیب صفحہ ۵۷ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
روایت لائے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسواک والی
نماز بغیر مسواک سے ستر حصہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور عبہ اللہ بن عباس
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
دو رکعت نماز مسواک والی بہت پسند ہے۔ بلا مسواک ستر رکعت سے۔
اس کی سند کو امام منذری نے حید فرمایا ہے۔

مسواک کس طرح کرے

تعلیق المجلی حاشیہ منیۃ المصلیٰ کے صفحہ ۲۳ میں اور تلخیص صفحہ ۲۳

میں ہے :-

أَخْرَجَ أَبُو نَعِيمٍ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ عَرَضًا
لَا طَوْلًا -

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سنتوں کے عرض میں مسواک کرتے تھے۔ طول میں نہیں کرتے تھے۔

مرا سیل ابو داؤد میں بطریق عطا مرفوعاً آیا ہے۔

إِذَا شَرِبْتُمْ فَأَشْرِبُوا مَصًّا وَإِذَا اسْتَكْمْتُمْ فَأَسْتَاكُوا
عَرْضًا۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب پانی پیو تو
مختوراً تھوڑا پیو۔ یعنی سانس لے کر پیو۔ اور جب مسواک کرو
تو دانتوں کے عرض میں کرو۔

یہ حدیث تلخیص الجیر صفحہ ۲۳ جلد اول اور عزیزی تشریح جامع صغیر کے صفحہ ۱۵
میں ہے۔ کہا عزیزی نے قال الشیخ حدیث حسن یعنی شیخ فرماتے
ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

نیز عزیزی صفحہ ۱۱۷ جلد ثالث میں ہے۔ - كَانَ يَسْتَاكُ عَرْضًا وَيَشْرِبُ
مَصًّا وَيَتَنَفَسُ ثَلَاثًا۔ (الحدیث) یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
مسواک کرتے تھے۔ عرض میں۔ اور پانی پیتے تھے تھوڑا تھوڑا، اور سانس
لیتے تھے تین بار۔ اس حدیث کو بغوی اور ابن قانع طبرانی اور ابن اسحاق اور
ابو نعیم نے طب نبوی میں بہر سے اور بیہقی نے ربیعہ بن اکثم سے روایت
کیا ہے چونکہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے۔ اس لیے اس
حدیث کی سند میں اگرچہ کلام ہے تاہم مقام فضائل ہے۔ پس کوئی تخریج
نہیں۔ علاوہ اس کے حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۱۷۷ جلد اول میں حدیث

عطا کے ذکر کے آگے لکھا ہے۔ ولہ شاهد موصول عند العقیلی فی
الضعفاء یعنی عقیلی نے ضعفاء میں اس کا ایک شاہد موصول روایت کیا ہے البتہ
زبان پر مسواک طولاً کرنی چاہیے حافظ ابن حجر تلخیص صفحہ ۲۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں
اما فی اللسان فیستاک طولاً کما فی حدیث ابی موسیٰ فی
الصحیحین و لفظ احمد و طرف السواک علی لسانہ
یسنن الی فوقی قال الراوی کانه یسنن طولاً۔
یعنی زبان پر مسواک طول میں کرے۔ جیسا کہ ابو موسیٰ کی حدیث میں
صحیحین میں آیا ہے اور احمد کے یہ لفظ ہیں کہ مسواک کا کنارہ آپ
کی زبان پر ہوتا اور مسواک کرتے اوپر کی طرف۔ راوی کہتا ہے گویا
کہ مسواک کرتے طول میں۔

مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو ملے | اگر مسواک نہ ہو تو انگلی اس
کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ یُحْزَىٰ مِنْ السِّوَاكِ الْأَصَابِعِ مَسْوَاكٍ سِ
انگلیاں کنایت کرتی ہیں۔ اس کو ابن عدی، اور دارقطنی اور بیہقی نے روایت
کیا۔ تلخیص صفحہ ۲۵ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

وَأَصَحُّ مِنْ ذَلِكَ مَا رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ مِنْ حَدِيثِ
عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ دَعَا بِكُوزٍ مِنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَ
كَفَّيْهِ ثَلَاثًا وَتَمَضَّضَ فَأَدْخَلَ بَعْضَ أَصَابِعِهِ فِي
فِيهِ (الْحَدِيثِ) وَفِي آخِرِهِ هَذَا وَضَوْءُ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا۔ پھر اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہتھیلیوں کو تین بار اور گلی کی۔ اور اپنی بعض انگلی کو منہ مبارک میں داخل کیا۔ پھر فرمایا۔ یہ وضو ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس حدیث میں جو انگلی کا منہ میں داخل کرنا آیا ہے، اس سے مراد وہی مسواک کی جا بجا دانتوں کا ملنا ہے۔ واللہ اعلم۔

مضمضہ اور استنشاق کا الگ الگ کرنا

عَنْ أَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بْنِ سَلْمَةَ قَالَ شَهِدْتُ عَلِيَّ
بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا وَ
أَفْرَدَ الْمَضْمُضَةَ مِنَ الْإِسْتِنْشَاقِ ثُمَّ قَالَ
هَكَذَا رَأَيْتَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ - (رواه ابن اسكن في صحاحه)

شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے تین تین بار وضو کیا یعنی اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا اور مضمضہ اور استنشاق کو جدا کیا۔ پھر دونوں نے کہا کہ ہم نے اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو ابو علی ابن

86704

اسکن نے اپنی صحاح میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے تلخیص صفحہ ۲۸ میں یہ حدیث نقل کر کے فرمایا ہے۔ فہذا صریح

فی الفصل۔ یہ حدیث مضمضہ و استنشاق کے فصل میں صریح ہے۔

عَنْ أَبِي حَبِيَّةٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى

انْقَاهُمَا ثُمَّ تَمَضَّمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنَشَقَ ثَلَاثًا

وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَذَرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ

بِرَأْسِهِ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورِهِ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ

ثُمَّ قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ أُرِيكُمْ كَيْفَ كَانَ طَهُورُ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه الترمذی والنسائی)

ابو حبیہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو

کرتے دیکھا۔ انہوں نے اپنے دونوں کف دست کو دھویا۔

یہاں تک کہ خوب پاک کیا ان کو۔ پھر تین بار کلی کی۔ پھر تین

بار ناک میں پانی ڈالا۔ اور منہ کو تین بار دھویا۔ اور اپنے بازوؤں

کو تین بار دھویا۔ اور ایک بار سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں

کو ٹخنوں تک دھویا۔ پھر کھڑے ہوئے اور اپنے وضو کا

زائد پانی پینا شروع کیا اور آنحال کہ آپ کھڑے تھے، پھر فرمایا

کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ دکھاؤں تم کو کس طرح تھا وضو رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس حدیث کو ترمذی اور نسائی نے روایت

کیا۔ اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸)

اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضمضہ اور استنشاق الگ الگ ہے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد میں آیا ہے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے اوسط سے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن جلد اول صفحہ ۳۲) اور جن روایتوں میں مضمضہ و استنشاق جمع آیا ہے وہ معمول جوانہ پر ہیں۔ (یعنی شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۳۹ و کشوری) مرقاۃ تشریح مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۹ جلد ۱۔

مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا چاہیے۔ یعنی کلی میں اچھی طرح غرغره کرے۔ اور ناک میں بھی پانی یہاں تک کھینچے کہ خیشوم تک پہنچ جائے۔ لیکن اگر روزہ دار ہو۔ تو مبالغہ نہ کرے۔ احیاء السنن صفحہ ۱۹ میں جو الہ نیل الاوطار جلد اول صفحہ ۱۳۷ لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا تَوَضَّأْتَ فَأَبْلِغْ فِي الْمَضْمُضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا۔

کہ جب وضو کرے تو مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ نہ کرے۔ ہاں اگر تو روزہ دار ہو (تو ایسا نہ کر) ابن قطار نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حکم ایک دوسری حدیث میں بھی آیا

ہے جو تخلیل اصابع میں ذکر جائے گی۔

داڑھی کا خلال کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ بِالنِّمَاءِ

(رواه احمد باسناد حسن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے، اپنی داڑھی (مبارک) کو پانی کے ساتھ خلال کرتے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ کہا حافظ ابن حجر نے تلخیص صفحہ ۳۱ میں کہ اس کی سند حسن ہے۔ کہا بیہمی نے مجمع الزوائد میں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (آثار السنن صفحہ ۳۲۔ جلد ۱)

عَنْ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ فِي الْوُضُوءِ

(رواه الترمذی والدارمی) وصححه ابن خزيمة

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے وضو میں۔ اس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا اور ابن خزيمة

نے صحیح کہا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۳۸ میں موجود ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ وَصَّاتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدْخَلَ تَحْتِ حَنْكِهِ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقَالَ بِهَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ.

(رواه الطبرانی فی الاوسط ورحاله وثقوا)

(مجمع الزوائد ج ۱۱ السنن - صفحہ ۲۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے میں نے وضو کر آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آپ نے (منہ دھوتے وقت) اپنی تھوڑی کے نیچے تھیلی داخل کی۔ پھر اپنی ریش مبارک میں خلل کیا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ کیا ہے۔ فرمایا۔ میرے رب نے مجھ کو اس کا حکم فرمایا ہے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا۔

انگلیوں کا خلل کرنا

عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْوَضُوءِ قَالَ أَسْبِغِ الْوَضُوءَ وَخَلِّلِ الْأَصَابِعَ وَبَالِغِ فِي الْأَسْتِشْقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ

صَابِئًا۔ (رواہ الاربعہ وصحیح الترمذی وابن خزیمہ والبغوی وابن القطان)

لقیظ بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! خبر دو مجھ کو وضوء سے۔ آپ نے فرمایا۔ کامل کرو وضوء کو اور خلال کرا نگلیوں کو۔ اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر۔ مگر جبکہ تو روزہ دار ہو۔

اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور ترمذی

اور ابن خزیمہ اور بغوی اور ابن القطان نے اس کو صحیح کہا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلَّلْ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ۔ (رواہ احمد و ابن ماجہ و ترمذی)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو وضوء کرے پس ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔

اس کو احمد، ابن ماجہ، ترمذی نے روایت کیا۔ بخاری نے اس حدیث کو

حسن کہا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸) (آثار سنن صفحہ ۳۳)

عَنْ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخُنْصِيرٍ۔ (رواہ الترمذی)

مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے۔

میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وضو کرتے تو اپنے پاؤں کی انگلیوں کو اپنی چھنگلیا سے خلال کرتے۔

کہنیوں اور نخنوں کا دھونا

قرآن کریم نے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا ارشاد فرمایا ہے۔ حدیث حمران مولیٰ عثمان اور حدیث ابی حبیہ میں ہاتھوں کے دھونے کا ذکر آچکا ہے۔ لیکن یہ بات کہ کہنیوں کو بھی دھونا لازم ہے۔ اس کا ثبوت بیان کیا جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فغَسَلَ وَجْهَهُ
فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ
فِي الْعَضِدِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ
فِي الْعَضِدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ
الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ
الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ
وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمْ
الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ إِسْبَاحِ الْوُضُوءِ
فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيَطِّلْ عُرَّتَهُ وَتَحْجِئْهُ (رواه مسلم)

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور وضو کو کامل کیا۔ پھر دائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازو کو دھونے میں داخل کیا۔ پھر بائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازو کا دھونا شروع کیا۔ پھر سر کا مسح کیا پھر دایاں پاؤں دھویا۔ یہاں تک کہ پٹلی کو دھونے میں داخل کیا۔ پھر بائیں پاؤں دھویا۔ یہاں تک کہ پٹلی کو دھونے میں داخل کیا۔ پھر کہا ابو ہریرہ نے، اسی طرح میں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے اور کہا۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم قیامت کے دن وضو کامل کرنے کے سبب پانچ کلیاں ہوں گے۔ یعنی اس گھوڑے کی مانند جس کا ماتھا اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھ سفید ہوں۔ (اپس جو شخص تم میں سے طاقت رکھے وہ اپنے ماتھے اور ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو زیادہ کرے۔“

اس کو مسلم نے صحیح صفحہ ۱۲۶ جلد ۱ میں روایت کیا۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

قوله اشروع في العضد و اشروع في الساق معناه ادخل الغسل فيهما۔

یعنی حدیث میں اشروع فی العضد و اشروع فی الساق کے معنی یہ ہیں کہ ان دونوں یعنی بازو اور پٹلی کو دھویا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کہنیوں اور ٹخنوں کو دھونا چاہیے۔ عزیزی شرح جامع الصغیر جلد ۳ کے صفحہ ۳۰۱ میں ہے۔

كَانَ اِنَا تَوْضَا اَدَارَ الْمَاءِ عَلٰی مِرْفَقَيْهِ -

رواہ الدارقطنی عن الجابر

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنی دونوں کہنیوں پر پانی بہاتے۔

اس کو دارقطنی نے جابر سے روایت کیا۔ کہا عزیزی نے قال الشیخ حدیث حسن لغیرہ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

دارقطنی میں حضرت عثمان کی وہ حدیث جو وضو کی صفت میں ہے

اس میں یہ الفاظ ہیں۔

فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ حَتَّى مَسَّ اطْرَافَ
الْعَضْدَيْنِ -

یعنی دھویا دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک یہاں تک کہ بازوؤں کے اطراف کو ہاتھ پھیرا۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ کہنیوں کو دھو کر بازوؤں کے اطراف پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔ اس حدیث کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۱۴۶ جزء اول میں حسن لکھا ہے۔ کہا ابن حجر رحمہ اللہ نے۔

وَفِي الْبَزَائِدِ وَالطَّبْرَانِيِّ مِنْ حَدِيثِ وَاثِلِ بْنِ حَجْرٍ فِي
صِفَةِ الْوُضُوءِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ حَتَّى جَاوَزَ

السَّرْفَقَ وَفِي الطَّحَاوِيِّ وَالطَّبْرَانِيِّ مِنْ حَدِيثِ ثَعْلَبَةَ
بْنِ عَبَّادٍ عَنْ أَبِيهِ مَرْفُوعًا ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ
حَتَّى يَسِيلَ الْمَاءُ عَلَى مِرْفَقَيْهِ فَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ

يقوی بعضها بعضا۔ (فتح الباری صفحہ ۱۴۶ جلد ۱)

یعنی بزاور طبرانی میں وائل بن حجر کی حدیث میں ہے کہ دھوئے
دونوں بازو اپنے یہاں تک کہ کہنیوں سے تجاوز کیا دھونے
میں، اور طحاوی و طبرانی میں ثعلبہ کی حدیث میں ہے کہ پھر آپ
نے اپنے دونوں بازوؤں کو دھویا۔ یہاں تک کہ پانی کہنیوں
پر بہہ گیا۔ پس یہ حدیثیں ایک دوسری کو قوت دیتی ہیں۔

پس آیت میں جو لفظ الیٰ ہے اس میں دونوں احتمال تھے کہ بمعنی غایت ہو
یا بمعنی مع ہو۔ تو سنت نے بیان کر دیا کہ آیت میں الیٰ بمعنی مع ہے۔ قالہ
اسحاق بن راہویہ۔ میں کہتا ہوں کہ ٹخنوں کا حکم مثل کہنیوں کے ہے۔
یہ بھی فرض غسل میں داخل ہیں۔ بحر الرائق، شرح کنز میں اس پر اجماع نقل
کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں فرمایا ہے۔ لَا نَعْلَمُ
مُخَالَفَاتٍ اِيجَابِ دُخُولِ السَّرْفَقَيْنِ فِي الْوُضُوءِ۔ یعنی
کہنیوں کے داخل ہونے کے ايجاب میں ہم کوئی مخالفت نہیں جانتے فقہاء
نے امام زفر کو اس کا مخالف لکھا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں۔ فَرَفَرُ مَجْجُجٍ
بِالْاِجْمَاعِ قَبْلَهُ۔ یعنی زفر کے پہلے اجماع ہونا امام زفر پر حجت ہے۔
واللہ اعلم۔

چوتھائی سر کا مسح کافی ہونا

اگرچہ سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے لیکن چوتھائی سر کا مسح بھی کافی ہے۔ اس سے کم درست نہیں۔ صحیح مسلم کے صفحہ ۱۳۴ جلد اول میں حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ میں آیا ہے۔

وَمَسَّحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى خُفَّيْهِ -

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا ناصیہ (یعنی پیشانی کے بالوں پر) اور پگڑھی اور موزوں پر۔ ناصیہ یعنی سر کا اگلا حصہ بقدر چوتھائی سر کے ہوتا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قَطْرِيَّةٌ فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَّحَ

مُقَدَّمِ رَأْسِهِ فَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ - (رواه البوداؤد)

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ ان کے سر پر قطریہ پگڑھی تھی۔ آپ نے پگڑھی کے نیچے اپنے ہاتھ کو داخل فرمایا اور اگلے سر کی جانب کو مسح کیا اور پگڑھی کو نہ توڑا۔ اس حدیث کو البوداؤد نے روایت کیا۔

علامہ زیلعی نصب الرایہ جلد اول کے صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں کہ البوداؤد اور منذری نے اس حدیث پر سکوت کیا اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ اور اس پر

سکوت کیا۔ انتہی۔ حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں نظر ہے۔ میں کہتا ہوں اگرچہ اس کی سند میں کلام ہے مگر پہلی حدیث کی مؤید ہو سکتی ہے۔ اسی طرح بیہقی اور شافعی نے عطاء سے مرسل روایت کیا ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَحَسَرَ
الْعِمَامَةَ عَنْ رَأْسِهِ وَمَسَحَ مُقَدِّمَ رَأْسِهِ أَوْ
قَالَ نَاصِيَتَهُ بِالْمَاءِ -

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو عمامہ کو ہٹا کر سر کی اگلی جانب کا مسح فرمایا۔ یہ حدیث مسند شافعی کے صفحہ ۶ میں ہے۔ لیکن اس میں بجائے فَحَسَرَ کے فَجَّرَ ہے۔ فتح الباری صفحہ ۱۲۶ جلد اول میں لفظ فَحَسَرَ ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن حدیث انس رضی اللہ عنہ (جو ہم نے اوپر لکھی ہے) متصل ہے تو اس مرسل کو اس متصل سے اور اس متصل کو اس مرسل سے قوت حاصل ہو گئی۔ پھر فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مسح بعض حصہ سر کا ہوا ہے۔ اور کسی صحابی سے اس پر انکار منقول نہیں ہوا تو اس سے بھی اس مرسل کو قوت حاصل ہو گئی۔ (فتح الباری صفحہ ۱۲۶ جلد اول)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح بمقدار ربع سر فرض ہے۔ اگر اس سے کم درست ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی واسطے بیان جواز کے کرتے۔ واللہ اعلم۔

کانوں کا مسح کرنا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ بِاطْنَهُمَا بِالسَّبَابَتَيْنِ وَظَاهِرَهُمَا بِإِبْهَامَيْهِ. (رواه النسائي)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا اور کانوں کا مسح کیا۔ کانوں کے اندر کا مسح شہادت کی دونوں انگلیوں کے ساتھ کیا اور ان کے ظاہر کا دونوں انگوٹھوں کے ساتھ۔ اس کو نسائی نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸)

اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن مندہ نے صحیح کہا (آثار السنن صفحہ ۳۳) علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاة صفحہ ۳۱۶ جلد اول میں بحوالہ ابن حجر اس کی سند کو حسن لکھا ہے۔

سر کے چمکے ہوئے پانی سے کانوں کا مسح کرنا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَعَرَفَ عُرْفَهُ فَعَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ عَرَفَ عُرْفَهُ فَعَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ عَرَفَ عُرْفَهُ فَعَسَلَ يَدَهُ الْبُسْرَى ثُمَّ عَرَفَ عُرْفَهُ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَابَتَيْنِ وَخَالَهٖ بِإِبْهَامَيْهِ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا

وَبَاطِنَهُمَا ثُمَّ عَرَفَ عُرْفَةَ فَعَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى
ثُمَّ عَرَفَ عُرْفَةَ فَعَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى -

(رواة ابن حبان فی صحیحہ)

کہا ابن حجر نے تلخیص صفحہ ۳۳ میں کہ اس کو ابن خزیمہ و ابن ہند نے صحیح کہا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ ایک چلو پانی لیا تو اپنا منہ دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو اپنا دایاں ہاتھ دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو بائیں ہاتھ دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو سر کا اور کانوں کا مسح کیا۔ کانوں کے اندر کا شہادت کی انگلی سے اور کانوں کے باہر کا پیچھے کی جانب سے اپنے انگوٹھوں سے دونوں اندر و باہر سے مسح کیا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو دائیں پاؤں کو دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو اپنے بائیں پاؤں کو دھویا۔ اس کو ابن حبان نے روایت کیا۔

اس حدیث میں سر اور کانوں کے لیے ایک چلو پانی لینے کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوا کہ سر اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کیا جائے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ - (رواه دارقطنی)

تخریج زیلعی مذاہب میں ہے کہ ابن قطان نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ نے عبد اللہ بن زید سے مرفوعاً اسی حدیث کو روایت کیا ہے یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دونوں کان سر میں سے ہیں۔ اس کو

دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سر کے پانی سے کانوں کا مسح کرنا چاہیے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ دونوں کان سر میں سے ہیں۔ یا تو بیان حقیقت کے لیے ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ علاوہ اس کے یہ ظاہر مشاہد ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کان سر میں ہیں۔ پھر اس بات کے بیان کی حضور علیہ السلام کو کیا ضرورت تھی۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ حضور کا فرمان اس لیے ہے کہ دونوں کان بھی سر کی طرح مسح کیے جاتے ہیں۔ یعنی جیسے سر مسح ہے ویسے کان بھی مسح ہیں۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ کسی امر میں دو چیزوں کا اشتراک اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ ایک ان دونوں کا دوسرے میں سے ہو۔ جیسے پاؤں اور منہ کہ دونوں دھونے میں مشترک ہیں اور موزہ اور سر کہ دونوں مسح میں مشترک ہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پاؤں منہ میں سے ہیں یا موزہ سر میں سے ہیں۔ البتہ یہ ارشاد اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد اس فرمان سے یہ ہے کہ دونوں کان سر میں سے ہیں۔ یعنی سر کے پچے ہوئے پانی سے ان دونوں کا مسح کیا جائے۔ ہاں اگر پانی بچا ہوا نہ ہو تو نیا پانی ان کے لیے لے سکتا ہے۔ اور جس حدیث میں نیا پانی لینا کانوں کے لیے آیا ہے۔ وہ اسی پر محمول ہے۔

(رعنایہ صفحہ ۲۴۴ - جلد اول)

ساکے سر کا مسح کرنا

حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
ان سے پوچھا گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرمایا
کرتے تھے۔ تو انہوں نے پانی کا برتن منگایا۔ اور وضو کر کے فرمایا۔

هَكَذَا كَانَ وَضُوُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی اس طرح تھا وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اس حدیث میں سر کا مسح اس طرح آیا ہے۔

فَاقْبَلَ بِهِمَا وَادْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ
ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَوَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ

إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

یعنی مسح سر کا شروع کیا۔ سر کی اگلی جانب سے۔ پھر لے

گئے ان کو سر کی پھلی طرف۔ پھر پھیر لائے ان کو اس مکان

تک جہاں سے شروع کیا تھا۔ پھر دونوں پاؤں کو دھویا۔

اس حدیث کو بخاری، مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷)

پگڑی پر مسح کرنا

حدیث معمر بن شعبہ میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

مسح کیا پیشانی کے بالوں پر۔ اور پگڑی اور موزوں پر۔ اس حدیث سے

معلوم ہوا کہ بقدر ناصیۃ سر کا مسح کر کے باقی کو پگڑی پر تکمیل کرے۔ اگر صرف پگڑی پر مسح کرے اور سر کے کسی حصہ کا مسح نہ کرے تو امام اعظم اور امام مالک و امام شافعی و جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ البتہ امام احمد اور ایک جماعت سلف کی جائز کہتے ہیں۔ مگر وہ شرط کرتے ہیں کہ پگڑی طہارت کامل پر پہنی ہو۔ اور اس کے آثار نے میں مشقت ہو۔ قالہ ابن حجر فی الفتح ص ۱۵۲ جلد اول۔ والیعنی فی شرح البخاری ص ۸۵۵ جلد اول۔ علامہ عبدالحی لکھنوی عمدۃ الرعا یہ ص ۱۲۱، جلد اول میں فرماتے ہیں کہ پگڑی اور ٹوپی اور برقعہ پر مسح کرنا خلاف قیاس ہے۔ تو جس موقع پر شرع میں وارد ہوا ہے۔ اسی پر اقتصار کیا جائے گا۔ اور شریعت میں ان چیزوں کے مسح پر اکتفا کرنا وارد نہیں ہوا اور اس میں رائے کا دخل نہیں کہ موزوں پر قیاس کیا جاوے۔ کیونکہ موزوں پر مسح کرنا خود خلاف قیاس ہے اور یہی قول جمہور کا ہے۔ اور امام احمد و اوزاعی و اسحاق نے جواز مسح کو پسند فرمایا۔ اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پگڑی پر مسح کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔ لیکن جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ پگڑی کے مسح کی احادیث میں یہ دلالت نہیں کہ سر کا مسح نہیں کیا۔ اور مسح عمامہ پر اکتفا کیا۔ بلکہ بعض روایات میں تصریح ہے کہ آپ نے مسح ناصیہ پر کیا اور عمامہ پر جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے۔ میں کہتا ہوں جن روایات میں سر کے مسح کا ذکر نہیں اور پگڑی کے مسح کا ذکر ہے، ان روایات کی یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ مفسر ہوگی بخلاف موزوں کے مسح کے، کہ اس میں بہت روایات ہیں جو

واللت کرتی ہیں اکتفاح خفین پر۔ واللہ اعلم۔

علاوہ اس کے علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۳ جلد ۱ میں بعض شراح حدیث سے نقل کیا ہے کہ احتمال ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناصیہ پر مسح کر کے پگڑھی کو برابر کیا ہو تو راوی نے اس کو مسح گمان کر لیا ہو۔ میں کہتا ہوں نص قرآن نے مسح سر کا فرض کیا ہے۔ پس جو شخص صرف پگڑھی پر مسح کرے۔ اس نے سر پر مسح نہیں کیا۔ اور حدیث کو نص کتاب پر مقدم نہیں کیا جاتا۔ اور نہ یہ حدیث متواتر ہے۔ بلکہ خبر واحد ظنی ہے۔ جب تک حدیث متواتر نہ ہو، جیسے کہ مسح خفین میں ہے کتاب پر زیادتی درست نہیں۔ علاوہ اس کے حدیث مغیرہ بن شعبہ میں صاف تصریح ہے کہ ناصیہ پر مسح کر کے پگڑھی پر مسح کیا۔ تو جن احادیث میں صرف پگڑھی پر ہی مسح کرنے کا ذکر ہے ان احادیث کی یہ حدیث مفسر ہوگی کہ تکمیلًا للسنۃ پگڑھی پر مسح کیا۔ نیز امام احمد رحمہ اللہ نے موطا ص ۷۱ میں لکھا ہے۔

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ بَلَغَنِي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْعِمَامَةِ فَقَالَ لَا حَتَّى يُمَسَّ الشَّعْرَ الْمَاءَ

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمیں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پہنچا ہے کہ ان کو پگڑھی کے مسح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ جائز نہیں۔ تاکہ پہنچے بالوں کو پانی۔

یعنی جب تک سر کے حصّہ کا مسح نہ کیا جاوے، پگڑھی پر مسح جائز نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں۔ ہمارا عمل بھی اسی پر ہے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

کا علامہ عبدالحی تعلق المجدد، میں لکھتے ہیں۔

قَالَ سُفْيَانُ إِذَا قَالَ مَالِكٌ بَلَّغْنِي فَهُوَ إِسْنَادٌ قَوِيٌّ
كَذَا قَالَ الْقَارِيُّ

یعنی سفیان فرماتے ہیں کہ جب امام مالک بَلَّغْنِي کہے تو وہ اسناد قوی ہوتی ہے۔ نیز امام محمد موطا میں فرماتے ہیں۔

بَلَّغْنَا أَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْعِمَامَةِ كَانَ فَتْرًا
وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْعِمَامَةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.
یعنی ہمیں پہنچا ہے کہ پگڑھی پر مسح پہلے تھا پھر متروک ہو گیا
اور یہی قول ہے ابو حنیفہ اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ کا۔

علامہ عبدالحی نے لکھا ہے کہ ہمیں پگڑھی کے مسح کے منسوخ ہونے کی آج تک کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن علماء نے ذکر کیا ہے کہ امام محمد کی بلاغات سندہ ہیں۔ یعنی امام محمد جب فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسا پہنچا ہے تو وہ متصل سند سے ہوتا ہے۔ اس لیے شاید امام محمد علیہ الرحمۃ کو اس کی سند مل گئی ہو۔ انتہی۔ واللہ اعلم۔

گردن کا مسح کرنا

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مَصْرُوفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ
أَنَّه رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَمْسَحُ رَأْسَهُ حَتَّىٰ بَلَغَ الْقَذَالَ وَمَا يَلِيهِ
مِنْ مُقَدَّمِ الْعُنُقِ - (رواه احمد)

طلحہ اپنے باپ سے، وہ اس کے جد سے روایت کرتا ہے کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا سر کا مسح کرتے یہاں تک کہ قذال تک پہنچ جاتے اور جو متصل ہے اگلی جانب گردن کو۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

اس حدیث کو ابن تیمیہ نے منتقى صفحہ ۱۸ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس سے مسح گردن کے ثبوت پر استدلال کیا ہے۔ نیز امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو شرح معانی الآثار کے ص ۱۱ میں اخراج کیا ہے۔ اس حدیث سے گردن کے مسح پر دلیل پڑی جاتی ہے۔ اور گردن کا مسح ہمارے نزدیک صحیح ہی ہے کہ مستحب ہے اور بعض نے سنت بھی کہا ہے۔ نیز ابو نعیم نے تاریخ اصہبان میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ
وَمَسَحَ عُنُقَهُ لَمْ يُغْلَبْ بِالْأَعْلَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(تلخیص صفحہ ۳۴)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص وضو کرے اور گردن کا مسح کرے۔ وہ دن قیامت کے طوق نہیں پہنایا جائیگا نیز ویلی نے مسند الفردوس میں حدیث ابن عمر کی روایت کی ہے۔

۱۰ قذال بفتح قاف کیڑی کے اول کو کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

مَسْحُ الرَّقَبَةِ أَمَانٌ مِنَ الْعُلِّ -

کہ گردن کا مسح دوزخ کے طوق سے امان ہے۔ (تحفۃ الطلبة ص ۳۴)
 نیز ابو عبید کتاب الطہور میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں۔
 أَنَّهُ قَالَ مَنْ مَسَحَ قَفَاهُ مَعَ رَأْسِهِ وَفِي الْعُلِّ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

کہا اس نے کہ جو شخص اپنی قفا (پشت گردن) کا مسح سر کے ساتھ
 کرے۔ وہ قیامت کے دن طوق (نار) سے محفوظ رہے گا۔

یہ حدیث تلخیص صفحہ ۳۴، تحفۃ اطلبہ صفحہ ۳۴ میں ہے ابن حجر تلخیص ص ۳۴
 میں اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

قُلْتُ فَيَحْتَمِلُ أَنْ يُقَالَ هَذَا وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا فَلَهُ
 حُكْمُ الرَّفْعِ لِأَنَّ هَذَا لَا يُقَالُ مِنْ قِبَلِ الرَّأْيِ
 فَهُوَ عَلَى هَذَا مُرْسَلٌ.....

یعنی حدیث موسیٰ بن طلحہ کی نسبت احتمال سے کہہ جائے
 یہ اگرچہ موقوف ہے لیکن اس کو حکم رفع کا ہے۔ کیونکہ یہ امر
 کہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا (رائے سے نہیں
 کہا جاسکتا بلکہ شارع علیہ السلام سے سنکر ایسے امر کی
 نسبت کہہ سکتے ہیں) پس وہ اس پر مرسل ہے۔

مولانا وصی احمد سورتی حاشیہ نیتہ المصلی ص ۳۵

میں علی قاری محدث مکی سے نقل فرماتے ہیں:-

وَالْحَدِيثُ مَوْقُوفٌ إِلَّا أَنَّهُ فِي حُكْمِ الْمَرْفُوعِ لِأَنَّ
 مِثْلَهُ لَا يُقَالُ بِالرَّأْيِ وَيُقَوِّيه مَا رُوِيَ مَرْفُوعًا
 فِي مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ بِسَنَدٍ
 ضَعِيفٍ إِلَّا أَنَّ الضَّعِيفَ يُعْمَلُ بِهِ فِي فَضَائِلِ
 الْأَعْمَالِ بِالِاتِّفَاقِ - انتهى -

یعنی اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ اس لیے کہ
 اس کی مثل رائے سے نہیں کہا جاتا۔ اور اس حدیث کو قوی کرتی
 ہے۔ وہ حدیث جو مرفوعاً مسند الفردوس میں ابن عمر کی حدیث
 سے روایت کی گئی۔ اس کی سند ضعیف تو ہے لیکن فضائل
 اعمال میں بالاتفاق ضعیف روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔

علاوہ اس کے شیخ ابن الہمام فتح القدر صفحہ ۹ میں حدیث وائل رضی اللہ عنہ کی رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وضوء کی حکایت میں لایا ہے جس میں یہ لفظ
 ہے۔

ثُمَّ مَسَحَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا وَظَاهَرَ أُذُنَيْهِ ثَلَاثًا
 وَظَاهَرَ رَقَبَتِهِ - (الحدیث)

اس حدیث سے بھی ظاہر گردن کا مسح ثابت ہوتا ہے۔ فتح القدر میں اس
 حدیث کو ترمذی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ شاید کاتب کی غلطی ہے یا علامہ
 موصوف کا وہم۔ ترمذی کے نسخہ متداولہ میں یہ حدیث نہیں۔ البتہ علامہ عینی
 نے شرح ہدایہ صفحہ ۹۱ میں اور زیلعی نے تخریج ہدایہ صفحہ ۸ میں اور ابن حجر نے درایہ

میں اس حدیث کو بحوالہ مسند بزار نقل کیا ہے۔ کافی تحفۃ الکملہ صفحہ ۵۔
 خلاصہ کلام یہ کہ مسح گردن مستحب ہے، بدعت نہیں۔ کیوں کہ حدیث میں آیا
 ہے اور جو امر ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہو۔ بدعت نہیں ہوتا اور سنت بھی
 نہیں کہ حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ نہ دوام ثابت ہے۔ اگر زیادہ تحقیق منظور
 ہو تو شیخ عبدالحی لکھنوی کا رسالہ تحفۃ الطلبة اس باب میں کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

دونوں پاؤں کا دھونا

اس بارہ میں احادیث متواترہ آئی ہیں۔ اور صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے
 کہ پاؤں کو وضو میں دھویا جائے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۱۳۳ جلد ۱
 میں فرماتے ہیں۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَجْمَعَ اصَّحَابُ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غَسْلِ
 الْقَدَمَيْنِ - (رواہ سعید بن منصور)

۵۔ مولوی شمس اللہ الہدیٰ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۴ء کے پرچہ میں ایک سوال کے جواب میں
 لکھتا ہے۔ جو امر کسی غیر صحیح روایت میں آوے اس کی سنیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ لیکن
 اس کو بدعت بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس کی مثال مسح گردن ہے۔ جو صحیح روایت ثابت نہ ہونے
 کی وجہ سے سنت نہیں۔ لیکن بدعت بھی نہیں۔

(انتہی۔ منہ عفی عنہ)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے پاؤں کے دھونے پر
اجماع کیا ہے۔ اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا۔
اور پاؤں کے دھونے کی احادیث ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں۔ فلا نعیذہا۔

وضو میں کوئی جگہ خشک نہ رہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے دیکھا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو۔ کہ اس کے پاؤں میں بقدر ناخن پانی نہ پہنچا
تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اِرْجِعْ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ۔ پھر جا اپنا وضو اچھا
کر۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ ص ۳۸ میں
حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ ہم حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف پھرے۔
یہاں تک کہ راستے میں ایک پانی پر پہنچے تو ایک قوم نے عصر کی نماز کے لیے
وضو کرنے میں جلدی کی۔ پس پہنچے ہم طرف ان کی اور ایڑیاں ان کی چمک
رہی تھیں۔ نہیں پہنچا تھا ان کو پانی تو فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اسْبِغُوا الْوُضُوءَ۔ ویل ہے ایڑیوں کے
لیے آگ سے۔ کامل کرو وضو۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ وضو کے اعضاء میں سے کوئی جگہ خشک رہ جائے۔ تو
وضو درست نہیں نہ نماز۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پاؤں دھونے چاہئیں۔ مسح
کافی نہیں۔ اس حدیث میں شیعہ مذہب کی تردید ہے کہ وہ پاؤں پر مسح کرتے

ہیں حالانکہ علی رضی اللہ عنہ سے پاؤں کا دھونا فریقین کی کُتُب سے ثابت ہے۔ (دیکھو کافی کلینی)

وضو میں داہنی طرف کا پہلے دھونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَأَبْدُوا بِمِيَامِنِكُمْ۔ جب تم وضو کرو۔ تو داہنی طرف کو پہلے شروع کرو۔ اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور ابو خزیمہ نے صحیح کہا۔

آثار السنن حد ۳۳ مشکوٰۃ ص ۳۸

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْيَمَانَ
مَا اسْتَطَاعَ فِي شَانِهِ كُلِّهِ فِي طَهْوَرِهِ وَتَرَجُّلِهِ
وَتَنَعُّلِهِ۔ (متفق علیہ)

یعنی تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوست رکھتے داہنی طرف سے شروع کرنے کو جب تک ہو سکتا اپنے سب کاموں میں اپنی طہارت میں، کنگھی کرنے میں، پاپوش پہننے میں۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸)

اعضاء کا تین تین بار دھونا

صفت وضو میں حدیث حمران بیان ہو چکی ہے جس میں منہ اور ہاتھوں

اور پاؤں کا تین تین بار دھونا مذکور ہے۔ علاوہ اس کے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوُضُوءٍ
فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ مَرَّةً وَرِجْلَيْهِ مَرَّةً وَقَالَ
هَذَا وَضُوءٌ مَنْ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ غَيْرُهُ وَيَدِيهِ
مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَذَا وَضُوءٌ مَنْ يُضَاعِفُ
اللَّهُ لَهُ الْأَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ سَاعَةً وَدَعَا بِوُضُوءٍ
فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هَذَا
وَضُوءٌ نَبِيِّكُمْ وَوُضُوءُ النَّبِيِّ قَبْلَهُ أَوْ قَالَ
قَبْلِي - (رواه ابو علي بن اسكن في صحيحه (تلخيص جلد ۱ صفحہ ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کے لیے پانی منگایا تو
اپنا منہ اور دونوں ہاتھوں کو ایک بار اور دونوں پاؤں کو ایک بار
دھویا۔ اور فرمایا۔ یہ وضوء اس شخص کا ہے جس سے نہیں قبول کرتا
اللہ تعالیٰ سوائے اس کے (یعنی ایک ایک بار دھونا فرض ہے۔
اس سے کم مقدار اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا) پھر ٹھہرے ایک ساعۃ
اور وضوء کے لیے پانی منگایا تو منہ اور ہاتھوں کو دو دو بار دھویا۔
اور فرمایا۔ یہ وضوء اس شخص کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ وگناہوں اب
عطا فرمایا ہے (کیونکہ) اس نے مقدار فرض سے زیادہ کیا۔ اس لیے
ثواب بھی زیادہ ہوگا) پھر آپ ایک ساعت اور ٹھہرے اور وضوء

کے لیے پانی منگایا۔ اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کو تین بار
 سویا۔ پھر فرمایا۔ یہ وضو ہے تمہارے نبی کا (یعنی میرا) اور وضو
 ہے ان انبیاء کا جو اس سے پہلے ہوئے۔ راوی کو شک ہے کہ
 یا آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے۔ اس حدیث کو ابو علی نے اپنی صحیح
 میں روایت کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین بار دھونا
 افضل اور مسنون ہے۔ گو ایک بار یا دو بار بھی جائز ہے۔

تین بار سے زیادہ اور ایک بار سے کم دھونا نہیں چاہیے

تلخیص الجیر صفحہ ۳۰ جلد اول میں البوداؤد ونسائی وابن خزیمہ وابن ماجہ
 کے حوالہ سے لکھا ہے:

إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ الطَّهُورُ فَدَعَا بِمَاءٍ فِي إِيَّامٍ
 فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا
 ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ
 ثُمَّ ادَّخَلَ إصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ وَمَسَحَ
 بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ وَبِالسَّبَابَتَيْنِ
 بِإِطْنِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ
 هَكَذَا الْوُضُوءُ مَنْ زَادَ عَلَى هَذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ
 أَسَاءَ وَظَلَمَ.

یعنی ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ! وضو کس طرح ہے۔ پس آپ نے ایک برتن میں پانی منگایا۔ اور اپنی دونوں پھیلیوں کو تین بار دھویا۔ پھر منہ کو تین بار پھر دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا۔ پھر اپنی دو انگلیوں کو دونوں کانوں میں داخل کیا۔ اور دونوں انگوٹھوں سے ظاہر کانوں کا اور دونوں انگشت شہادت سے باطن کانوں کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں کو تین تین بار دھویا۔ پھر فرمایا۔ اسی طرح ہے وضو جو شخص اس پر زیادہ کرے یا کمی کرے تو اس نے بڑا کیا اور ظلم کیا۔

اس حدیث میں بحالت نقصان ظلم و اساتذہ کا بیان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک جو شخص ایک بار دھونے میں نقص رکھے۔ یعنی کوئی لمحہ خشک جگہ نہ رہ جائے تو اس نے ظلم کیا۔ نہ یہ کہ تین بار سے کم دھونا منع ہے۔ کیونکہ بالاتفاق ایک بار دو بار دھونا جائز ہے۔ اور ایک حدیث سے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے جو احیاء السنن کے صفحہ ۲۸ میں مرفوعاً مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

الْوُضُوءُ مَرَّةً مَرَّةً وَثَلَاثًا فَإِنْ نَقَصَ مِنْ وَاحِدَةٍ أَوْ زَادَ عَلَى ثَلَاثَةٍ فَقَدْ أَخْطَأَ۔

یعنی وضو ایک ایک بار ہے اور تین تین بار۔ پس اگر ایک بار سے کوئی کم کرے یا تین بار سے زیادہ کرے تو اس نے خطا کی۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو تین بار کو عدد مسنون نہ سمجھ کر کم یا زیادہ کرے۔ اور ہدایہ کے حواشی میں ہے کہ اگر تین بار سے زیادہ بقصد وضو پر وضو کرے یا دل کے اطمینان کے لیے جب کہ اس کو کچھ شک ہو۔ اور تین بار سے کم کسی حاجت کے لیے ہو۔ مثلاً پانی کم ہو تو کوئی ڈر نہیں۔

وضوء کی دعائیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبَلِّغُ أَوْ فَيَسْبِغُ الْوُضُوءَ
ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ
مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ
اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ
الْمُتَطَهِّرِينَ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸)

نہیں کوئی تم میں سے کہ وضوء کرے۔ پس مبالغہ کرے یعنی نہایت کو پہنچائے (یا فرمایا) پورا کرے وضوء کو پھر کہے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ - مگر کھولے جاتے ہیں اس کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے جس سے چاہے داخل ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا اور ترمذی نے شہادتیں پر یہ بھی زیادہ کیا۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ
 اور نسائی اور حاکم کی روایت میں بعد اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي كَسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ
 وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔
 بھی آیا ہے۔ کذا فی مظاہر حق ۱۲۳۔ وشرح سفر صفحہ ۲۰ مفتاح الصلوٰۃ
 صفحہ ۷ میں جمع الجوامع سے بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک حدیث
 لکھی ہے جس میں ہر ایک عضو کے واسطے الگ الگ دُعا مذکور ہے۔
 لیکن محدثین نے اس کو صحیح نہیں مانا۔ البتہ مشائخ رحمہم اللہ نے اُسے
 پسند فرمایا ہے کہ فضائل میں ضعیف بھی مقبول ہے۔

بعض روایات میں سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنَا كَالْبَدْرِ وَضُوءُكَ پڑھنا بھی آیا
 ہے اور بعض میں درود شریف کا پڑھنا وضوء کے بعد مروی ہے۔ پہلی حدیث
 بحوالہ ویلی۔ دوسری بحوالہ طبرانی کبیر کنز العمال میں مذکور ہے۔

(احیاء السنن صفحہ ۲۸)

وضوء کا ثواب

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے فرمایا رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے :

أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ
بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ
الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ
الصَّلَاةِ فَذَلِكَ الرِّبَاطُ - (رواه مسلم)

یعنی کیا نہ بتلاؤں میں تم کو وہ چیز کہ دور کرے اللہ تعالیٰ بسبب
اس کے گناہ اور بلند کرے بسبب اس کے درجے یعنی مراتب
جنتوں میں۔ کہا اصحاب نے۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
فرمایا پورا کرنا وضوء کا وقت مشقت کے یعنی بیماری میں یا بہت
جاڑے میں۔ اور کثرت سے رکھنا قدموں کا طرف مسجدوں کے
یعنی بسبب دور ہونے مسجد کے گھر سے۔ اور انتظار کرنا نماز کا
بعد نماز کے۔ پس یہ ہے رباط۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۰)

وَعَنْ عُمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ
مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ -

(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۰)

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص وضوء کرے پس

اچھا وضو کرے۔ یعنی وضو کی سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرے۔
 اس کے گناہ اس کے بدن سے نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ
 اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔
 یعنی وضو کرنے والے کے ہر ایک عضو کے گناہ وضو کرنے سے معاف ہو
 جاتے ہیں۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ
 فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ
 إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ اخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا
 غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ
 كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ اخِرِ قَطْرِ
 الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلِّ خَطِيئَةٍ
 مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ اخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ
 حَتَّىٰ يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ - (رواه مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ مسلمان (یا فرمایا مومن)
 وضو کا ارادہ کرتا ہے تو منہ دھوتا ہے۔ نکلتا ہے اس کے
 منہ سے ہر گناہ کہ دیکھا تھا طرف اس کی ساتھ آنکھوں اپنی کے
 ساتھ پانی کے یا فرمایا ساتھ آخر قطرہ پانی کے۔ پس جس وقت

ہاتھوں کو دھوتا ہے تو نکلتا ہے اس کے ہاتھوں سے ہر گناہ
 کہ پکڑا تھا اس کو اس کے ہاتھوں نے ساتھ پانی کے۔
 یا فرمایا ساتھ آخر قطرہ پانی کے پس جب دھوتا ہے پاؤں اپنیوں
 کو تو نکلتا ہے ہر گناہ کہ چلے تھے اس کی طرف پاؤں اس کے ساتھ
 پانی کے۔ یا فرمایا ساتھ آخر قطرہ پانی کے یہاں تک کہ نکل آتا ہے
 وضو کرنے والا پاک گناہوں سے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔
 معلوم ہوا کہ وضو کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کی نماز
 بلند می درجات کا سبب ہوتی ہے۔

غسل کا بیان

اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ **وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا**۔ یعنی
 اگر تم جنبی ہو۔ تو غسل کرو۔ (رپ)

اس آیت میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے حالت جنب میں غسل کرنے کا
 حکم فرمایا۔ غسل مرد اور عورت پر واجب ہے جب کہ شہوت کے ساتھ منی نہ
 نکلے خواہ احتلام میں نکلے یا جماع سے۔ یا کسی اور طریق سے منی کا نکلنا غسل کو
 واجب کرتا ہے۔ اور التقاء حنتا میں سے بھی غسل لازم ہے یعنی

لہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک منی کا اپنے مکان سے جدا ہونا شہوت کے ساتھ موجب غسل
 ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ بوقت خروج منی بہ شہوت شرط فرماتے ہیں۔

حشفہ کے غائب ہونے سے اگرچہ انزال نہ ہو۔ اور خاص عورت کو حیض اور نفاس کے انقطاع سے غسل لازم ہے۔

طریق غسل یہ ہے کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے پھر شترمگاہ کو اور اگر بدن پر نجاست ہو تو اس کو دور کرے۔ پھر وضو کرے۔ جس طرح کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ پھر سر پر پانی ڈالے۔ پھر سارے بدن پر پانی بہائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہے۔ مضمضہ اور استنشاق میں خون مبالغہ کرے۔ پھر الگ ہو کر پاؤں کو دھوئے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ عَرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُغِيضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ - متفق عليه - وفي روايته لمسلم - يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهُمَا الْإِنَاءَ ثُمَّ يُنْرِغُ بِمِئِنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرَجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل کرتے جنابت سے تو شروع

میں دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر وضوء فرماتے جس طرح نماز کے لیے وضوء کیا کرتے تھے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے بالوں کی جھڑوں کا خلال فرماتے۔ پھر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر تین لب پانی ڈالتے۔ پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے راس کو بخاری، مسلم نے روایت کیا، اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ شروع میں دونوں ہاتھ دھوتے۔ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ اور شرمگاہ کو دھوتے پھر وضوء فرماتے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ
وَصَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ
بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ
بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ
بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ
وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَزَرَاعِيَهُ ثُمَّ
صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى
فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَأَى وَلْتَهُ ثَوْبًا فَلَمَّا يَأْخُذُهُ فَالْتَلَقَ
وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ - (متفق عليه واللفظ للبخاری مشکوٰۃ ص ۴۲)

ابن عباس سے روایت ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھی

برتن میں رکھا۔ اور کپڑے کے ساتھ آپ کو پردہ کیا آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا۔ پھر ڈالا۔ اور دھویا۔ پھر دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں پر پانی ڈالا اور شترسگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور مٹی پر بلا۔ پھر اس کو دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ اور منہ دھویا اور دونوں بازوؤں کو دھویا۔ پھر سر پر پانی ڈالا۔ اور باقی تمام جسم پر پانی بہایا۔ پھر اس مکان سے جدا ہو کر دونوں پر دھوئے۔ پھر میں آپ کے پاس کپڑا لائی۔ سو آپ نے نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے نکلے۔

عسل میں مضمضہ اور استنشاق فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے آیت **وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا** میں جمیع بدن کے پاک کرنے کا امر فرمایا ہے۔ پس بدن کے ہر حصہ میں جہاں جس جگہ پانی کا پہنچنا مشکل ہو جیسے آنکھوں کے اندر، تو وہ جگہ اس حکم میں داخل نہیں۔ منہ اور ناک میں پانی بلا حرج پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اس حکم میں داخل ہوگا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةِ لَمْ يَغْسِلْهَا فَعَلَّ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ فَمِنْ شَرِّ عَادِيَّتِ رَأْسِي فَمِنْ شَرِّ

عَادِيْتُ رَأْسِي فَمِنْ شَوْ عَادِيْتُ رَأْسِي وَكَانَ
يَجُزُّ شَعْرَهُ -

رواہ ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۳ - مع عون المعبود - ابن حجر نے تلخیص ۵۲

جلد میں اس کی سند کو صحیح لکھا ہے - (مشکوٰۃ ص ۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بغیر
دھوئے چھوڑ دے تو اس کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا جائے گا۔
عذاب دوزخ سے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی واسطے
میں سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا۔ اسی واسطے میں سر کے بالوں
کا دشمن ہو گیا۔ اسی واسطے میں سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا۔
اور وہ (حضرت علی) بالوں کو کٹوا دیا کرتے تھے۔ اس کو
ابو داؤد نے روایت کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ناک میں پانی پہنچانا جنبی کو واجب ہے
کیونکہ ناک میں بھی بال ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں جو بال کی جگہ مذکور ہے وہ
ناک کے بالوں کی جگہ بھی شامل ہے۔ لہذا یہ حدیث ناک کے باطن کے
دھونے کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۵ مراد فرض سے فرض عملی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے۔ اور خبر واحد سے فرض
اعتقادی نہیں ثابت ہوتا۔ ۱۲ منہ

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُّورُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ
لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيَمْسُهُ
بَشَرَّتَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ.

(رواه الترمذی وحسنہ - (ترمذی ص ۱۷ ج ۱)

ابودور سے روایت ہے۔ کہا اس نے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مٹی پاک مسلمان کی طہارت ہے۔ یعنی وضو اور غسل کے عوض اس سے بوقت ضرورت تیمم کر سکتا ہے۔ اگرچہ دس سال پانی نہ پائے۔ پس جب پانی پائے تو اسے اپنے ظاہر جلد پر پہنچائے کیونکہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا۔

اس حدیث میں لفظ بشرہ ہے جس کے معنی ظاہر جلد کے ہیں جس میں منہ اور ناک کی جلد بھی داخل ہے۔ کیونکہ وہ بھی بعض احوال میں ظاہر نظر آتی ہے تو اس حدیث سے مضمضہ اور استنشاق غسل میں واجب ثابت ہوا۔ اگر وضو میں ان دونوں کی عدم فرضیت کی دلیل نہ ہوتی تو وضو میں بھی مضمضہ و استنشاق اس حدیث سے فرض ثابت ہوتا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ
جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشُّعْرَ وَانْقُوا الْبَشْرَةَ.

(رواه ابوداؤد و الترمذی وابن ماجہ - (مشکوٰۃ ص ۱۷)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ پس دھوؤ بالوں کو۔ اور پاک کرو ظاہر چمڑا کو۔ اس کو ابو داؤد اترندی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اس حدیث میں بھی لفظ بشرہ ہے جس کے معنی ظاہر چمڑا کیا گیا ہے۔ اس سے بھی ناک اور منہ کے جلد کے پاک کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی ظاہر جلد ہے۔ نیز ناک کے بالوں کے نیچے بھی جنابت ثابت ہوئی۔ پس دھونا لازم ہوا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْرِينَ قَالَ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِسْتِنْشَاقَ فِي الْجَنَابَةِ ثَلَاثًا - (رواه الدارقطني في صفحه ۴۳ - جلد ۱)

محمد بن سیرین تابعی سے مرسل روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کے غسل میں ناک میں تین بار پانی ڈالنے کا امر فرمایا۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔
فائدہ: ہم نے سن کے معنی امر کے اس لیے کیے ہیں کہ دارقطنی کے صفحہ ۴۳ جلد ۱ میں یہی حدیث بروایت عبید اللہ مروی ہے اس میں بجائے سن کے امر ہے۔ وَالْحَدِيثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا۔

۱۔ تین بار کی قید مزید صفائی کے لیے ہے کیونکہ تین بار دھونے کا وجوب کسی کے نزدیک

صحیح نہیں۔ ۱۲ منہ

اس حدیث سے غسل میں استنشاق لازم ثابت ہوا۔ کیوں کہ ظاہر امر و وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔ لیکن محمد بن سیرین کی مرسل صحیح ہیں۔ (جوہر النقی صفحہ ۳۲۳ - جلد ۱)

نیز امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے عثمان بن راشد سے۔ اس نے عائشہ بنت عجرہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مضمضہ اور استنشاق بھول جائے وہ نماز کا اعادہ نہ کرے۔ ہاں اگر جنبی ہو تو نماز کا اعادہ کرے۔ (دارقطنی ص ۴۳ - جلد ۱) ابن عباس کا یہ فتوے حکماً مرفوع ہے۔

عورت پر غسل میں گوندھے ہوئے بالوں کا کھولنا واجب نہیں

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْتِيَ عَلَى رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَثِيَّاتٍ ثُمَّ تَفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ... فَتَطْهَرِينَ - (رواة مسلم ص ۱۴۹ - جلد ۱ - مشکوٰۃ ص ۴۴)

وفي رواية له أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا - (مسلم ص ۱۵)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا اس نے میں نے
 عرض کی۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک عورت ہوں
 کہ سر کو سخت گوندھتی ہوں۔ تو کیا غسل جنابت کے لیے اس کو
 کھولا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ تم کو صرف یہ کافی ہے۔ کہ
 اپنے سر پر تین لپیں (پانی کی) ڈال لو۔ پھر اپنے بدن پر پانی بہا لو
 پاک ہو جاو گی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اور مسلم کی ایک روایت
 میں آیا ہے کہ کیا میں حیض اور جنابت کے (غسل کے) لیے اس
 کو کھولوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت پر غسل حیض و جنابت کے لیے بالوں کا
 کھولنا واجب نہیں۔ البتہ اگر کھول لے تو بہتر ہے۔ ہاں بالوں کی جڑوں تک
 پانی پہنچانا لازم ہے۔ اگرچہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس شرط سے ساکت
 ہے۔ لیکن حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن جابر رضی اللہ عنہ میں
 اس کی تصریح ہے۔

عَنْ حَاسِنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتْ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ فَقَالَ
 تَأْخُذُ أَحَدِيكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطْهَرُ
 فَتُحْسِنُ الطَّهْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَذْلُكُهُ
 ذَلًّا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شُؤْنَ رَأْسِهَا ثُمَّ
 تَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ - (الحدیث)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے کہ
 حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے
 پانی اور پیری کے پتے (ملا کر جوش دے) پھر طہارت کرے اور
 اچھی طرح کرے۔ پھر سر پر پانی ڈالے اور اس کو سخت ملے یہاں
 تک کہ پانی سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اس پر
 پانی ڈالے۔ (اخیر حدیث تک)

پھر اسی حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

سَأَلْتُهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ
 فَتُحْسِنُ الطَّهْرَ أَوْ تُبْلِغُ الطَّهْرَ ثُمَّ تَصُبُّ
 عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تُبْلِغَ شُمُونَ
 رَأْسِهَا ثُمَّ تُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ۔

(رواہ مسلم - جلد اول صفحہ ۱۵۰)

میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غسل جنابت کے
 متعلق پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ عورت پانی لے اور صہارت
 کرے اور اچھی طرح کرے۔ یا یہ فرمایا کہ طہارت کو کامل کرے۔
 پھر اپنے سر پر پانی ڈالے اور اس کو ملے۔ یہاں تک کہ سر کے
 بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے۔ پھر اپنے بدن پر پانی بہائے
 اس کو مسلم نے روایت کیا۔

اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دارمی صفحہ ۳۱ میں ہے:

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا
اُغْتَسَلَتِ الْمَرْءَةُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَلَا تَنْقُصُ شَعْرَهَا
وَلَكِنْ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى أُصُولِهِ وَتَبْلُهُ.

کہا جابر رضی اللہ عنہ نے کہ جب عورت جنابت سے غسل
کرے تو نہ کھولے اپنے بالوں کو لیکن گرائے پانی کو جڑھوں
پر اور تر کرے اس کو۔ (دارمی)

غسل کے بعد وضو کرنا ضروری نہیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ
الْغُسْلِ. رواه خمسة، وإسناده صحيح.

(آثار السنن ص ۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کیا کرتے تھے۔

یعنی غسل کے پہلے جو وضو کیا جاتا ہے وہی کافی سمجھتے تھے۔ اگر کسی شخص
کا ہاتھ غسل کرتے ہوئے شرمگاہ کو الگ جلٹے تو بعد غسل کے احتیاطاً وضو
کر لے تو بہتر ہے۔

موجبات غسل کے بیان میں

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً
فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا
حَذَفْتَ فَأَغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَةِ وَإِذَا لَمْ تَكُنْ
حَازِفًا فَلَا تَغْتَسِلْ - (رواه احمد في مسنده ص ۱۸۱ ج ۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے میں
بہت مذہبی والا شخص تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ جب تم (منی کو) پھینک دو تو
جنابت کا غسل کرو اور جب تم (اس طرح) نہ پھینکو تو غسل
نہ کرو۔ اس کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ جب منی وفق اور شہوت سے نکلے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا
الرُّبُعِ ثُمَّ جَمَدَهَا فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ وَفِي
حَدِيثٍ مَطَرٍ - وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ - (رواه مسلم)

جب کوئی شخص عورت کے اطرافِ اربعہ کے درمیان بیٹھ جائے
پھر اس پر اپنی طاقت صرف کرے، یعنی جماع کرے۔ تو غسل
واجب ہو جاتا ہے۔ اور مطری حدیث میں ہے۔ اگرچہ انزال نہ

ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ جماع کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انزال نہ ہو۔

ترمذی جلد ۱۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ۔ یعنی جب مرد نے ختنہ کا مقام عورت کے ختنہ کے موقع سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

ابن ماجہ کی روایت میں وَ تَوَارَتْ الْحَشْفَةُ آيَاتِهِ۔ یعنی حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی جیش کو استحاضہ آتا تھا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔

ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ
الْحَيْضَةَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَأَغْتَسِلِي
وَ صَلِّي۔ (رواہ البخاری)

یعنی یہ ایک رگ کا خون ہے حیض نہیں۔ جب حیض آوے تو نماز چھوڑ دیا کرو۔ اور جب ختم ہو جائے تو غسل کر لیا۔ اور نماز پڑھ

لیا کرو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب حیض بند ہو تو غسل واجب ہے۔

کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۹۹ میں بحوالہ مستدرک حاکم معاذ رضی اللہ عنہ

سے مرفوعاً مروی ہے۔

إِذَا مَضَى لِلنَّفْسَاءِ سَبْعُ شُرُورَاتِ الطُّهُرِ
فَلْتُغْتَسِلْ وَ لْتُصَلِّ -

جب نفاس والی عورت پر مثلاً سات روز گزریں۔ پھر وہ طہر
دیکھے تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس سے پاک ہونے کے بعد غسل واجب ہے
لیکن حدیث میں سات دن کی قید التفاتی ہے۔ بالاجماع مراد یہ ہے کہ
جب طہر دیکھ لے خواہ ایک دن کے بعد ہو۔ اس پر نماز پڑھنے کے لیے
غسل واجب ہو جائے گا۔

نماز کا بیان

نماز میں نیت کرنا

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ
بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَانُوعٍ

(الحدیث منشرح علیہ شکوۃ ص ۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں معتبر ہوتے اعمال مگر ساتھ نیتوں کے۔ اور نہیں واسطے مرد کے مگر وہ جو اس نے نیت کی۔ آخر حدیث تک اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

امام محمد نے صفحہ ۱۰۴ میں بلفظ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ روایت کیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ اور نماز کی نیت جو کہ نماز کی شرط ہے۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نماز کا خلوص کے ساتھ ارادہ کرنا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔

یعنی نہیں حکم کیے گئے لوگ مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کر لے واسطے اس کے دین کو۔

اس آیت شریفیہ میں اخلاص کا حکم ہے۔ اور اخلاص بجز نیت ہو نہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ عبادت کے لیے نیت کی نہایت ضرورت ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ کہ نماز بدوں نیت صحیح نہیں۔ اور اس میں کسی نے خلاف نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔

زبان سے نیت کرنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقت نیت کی قصد قلبی ہے۔ اور دل کا کام ہے۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے۔ اگر زبان سے کہے اور دل کا قصد

نہ ہو۔ تو معتبر نہیں۔ البتہ اگر احضار قلب سے حاضر ہو تو فعل زبان سے اس کے خلاف نکل جائے تو کوئی ڈر نہیں۔ چونکہ دل کی نیت صحیح ہے نماز صحیح ہوگی۔

علماء کا اختلاف ہے کہ زبان سے نیت کرنا شرطِ صحت نماز ہے یا نہیں صحیح یہی ہے کہ نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت کے صفحہ ۳۶ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن فقہاء علیہم الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اگر زبان سے بھی نیت کرے تو بہتر بلکہ مستحب ہے تاکہ زبان دل کے ساتھ موافق ہو جائے اور اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ مطابق ہو۔ نیز نیت کے معنوں کا دل میں حاضر کرنا اور اس کا سمجھنا آسان ہو۔ فقیر غفرلہ القدر کہتا ہے کہ زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے کی تاکید ایک حدیث میں آئی ہے جس سے اس وجہ کی تائید نکلتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ فقہاء نے جو زبان کو دل کے ساتھ موافق ہونے کے لیے زبان سے نیت کرنا مستحسن لکھا ہے وہ بے دلیل نہیں۔ ترغیب امام منذری کے صفحہ ۳۵ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تے :

إِنَّ الرَّجُلَ لَا يَكُونُ مُؤْمِنًا حَتَّىٰ يَكُونَ قَلْبُهُ
مَعَ لِسَانِهِ سَوَاءً وَيَكُونُ لِسَانُهُ مَعَ قَلْبِهِ
سَوَاءً وَلَا يُخَالِفُ قَوْلُهُ عَمَلَهُ وَيَأْمُرُ
بِحَارِهِ بِوَأْتِقَهُ .

رواہ الاصبہانی باسناد فیہ نظر

یعنی آدمی مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا دل زبان کے ساتھ اور زبان دل کے ساتھ برابر نہ ہو۔ اور اس کا قول اس کے عمل کے خلاف ہو۔ اور اس کے شر سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو معلوم ہوا کہ دل کو زبان کے ساتھ اور زبان کو دل کے ساتھ برابر کرنا چاہیے اور وہ نیت میں جہمی ہو سکتا ہے کہ جو دل میں ارادہ ہو۔ وہ زبان سے بھی کہے۔ اس حدیث کو اصہبانی نے روایت کیا۔ لیکن امام منذری رحمہ اللہ اس کی اسناد میں کچھ شبہ فرماتے ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ اگر یہ حدیث از روئے سند ضعیف بھی ہو تو بھی کچھ حرج نہیں اس لیے کہ جو امر حدیث ضعیف سے بھی ثابت ہو جائے۔ وہ بھی بدعت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مسح گردن کے بیان میں گذرا۔ البتہ یہ شرط ہے کہ کسی حدیث صحیح کے خلاف نہ ہو۔ اور یہاں کسی حدیث صحیح میں نیت زبان سے کرنے کی ممانعت نہیں آئی۔ تو معلوم ہوا کہ زبان سے نیت کرنا بدعت نہیں۔ بلکہ زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے کے لیے مستحسن ہے۔ علاوہ اس کے اس حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث ہے جس کو منذری نے زرغیب صفحہ ۴۷۱ میں بروایت احمد و

ابن ابی الدنیا نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَا يَسْتَقِيمُ اِيْمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَسْتَقِيْمَ قَلْبُهُ، وَ لَا يَسْتَقِيْمُ قَلْبُهُ حَتَّى يَسْتَقِيْمَ لِسَانُهُ۔

یعنی کسی بندہ کا ایمان مستقیم نہیں ہوتا۔ جب تک اس کا دل مستقیم نہ ہو۔ اور دل مستقیم نہیں ہوتا۔ جب تک زبان مستقیم نہ ہو۔

نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اس حدیث کو امام محمد نے اپنے مؤطا کے صفحہ ۱۲۰ میں مرفوعاً لکھا ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے تعلیق المجد صفحہ ۱۲۱ میں ابن جوزی کی کتاب العلل سے اس حدیث کی ایک سند مرفوع بھی لکھی ہے جو ضعیف ہے، بہر حال یہ حدیث مرفوع حقیقتاً تو صحیح سند سے ثابت نہیں لیکن حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ثابت ہے جو سند امام احمد میں موجود ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ
وَمَا رَأَى سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ

اس کو بزار و طیالسی و طبرانی و ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ قول صحابی ایسے امور میں کہ رائے کا دخل نہ ہو، حکماً مرفوع ہوتا ہے۔ اصول حدیث میں یہ قاعدہ مصرح ہے پس یہ قول اگرچہ مرفوع ثابت نہ ہو۔ چونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور اس میں رائے اور اجتہاد کا دخل بھی نہیں۔ اس لیے حکماً مرفوع ثابت ہوگا۔ فصیح الاستدلال بہ۔ رہی یہ بات کہ ہارہ المسلمون میں کون سے مسلمان مراد ہیں۔ جن کا اچھا سمجھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور بُرا سمجھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُرا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو لائم المسلمون میں ہے جنس کے لیے تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اس وقت لازم آتا ہے کہ اگر ایک مسلمان بھی کسی شے کا اچھا سمجھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہو اگرچہ جمہور کے خلاف ہو۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں

تو لامحالہ لام عہد کے لیے ہو گا یا استغراق کے لیے پس اگر عہد کے لیے ہو تو معہود وہ مسلمان مراد ہوں گے جو صفت اسلام میں کامل ہوں کیونکہ مطلق سے بوقت عدم قرینہ فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

الْمُرَادُ بِالْمُسْلِمِينَ زُبْدُهُمْ وَعُمْدَتُهُمْ وَهُمْ
الْعُلَمَاءُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْأَتْقِيَاءُ عَنِ الشُّبُهَةِ
وَالْحَرَامِ -

یعنی المسلمون میں وہ مسلمان مراد ہیں جو برگزیدہ اور عمدہ ہوں اور وہ کتاب و سنت کے عالم ہیں جو حرام اور شبہ حرام سے بچنے والے ہیں۔ نقلہ الشیخ عبد الحئی فی التعلیق ص ۱۴۱۔ اور اگر لام استغراق کے لیے ہو، تو استغراق حقیقی کا مفاد ہو گا کہ جس امر کو جمیع اہل اسلام اچھا جانیں، وہ اچھا ہو گا۔ تو اس صورت میں یہ حدیث دلیل اجماع ہوگی۔ لیکن اگر استغراق عرفی مراد لیا جائے تو پھر مقصود حاصل ہے کہ مراد اس سے مسلمان کاملین ہیں۔

اسی حدیث کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے۔ جس کی سند جید ہے جس کو نسائی نے صفحہ ۲۶۴ جلد ۲ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فَمَنْ عَرَضَ لَهُ مِنْكُمْ قِضَاءٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلْيَقْضِ

بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ جَاءَهُ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ
 فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَإِنْ جَاءَهُ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا قَضَى
 بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَقْضِ بِمَا
 قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَإِنْ جَاءَهُ أَمْرٌ لَيْسَ فِي
 كِتَابِ اللَّهِ وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ
 فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ -

یعنی جس شخص کو کسی مسئلہ کا فیصلہ پیش آوے۔ اسے چاہیے
 کہ پہلے کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر ایسا امر ہو کہ کتاب
 اللہ میں نہ مل سکے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ
 پر فیصلہ کرے۔ اگر ایسا امر ہو کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
 میں نہ مل سکے۔ تو صالحین لوگوں کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ
 کرے۔ اگر ان سے بھی نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔

یہ حدیث اگرچہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اسی طرح
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ انہوں نے شرح (قاضی) کی طرف لکھا۔

أَنْ يَقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي
 كِتَابِ اللَّهِ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ
 فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ فَاقْضِ

بِمَا قَنَئِي بِمِ الصَّالِحُونَ۔ (نسائی ص ۲۲۵ جلد ۲)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ زبان سے نیت کرنا کن لوگوں نے لکھا ہے۔ اگر وہ اسلام میں کا ملین اور عالیین بالکتاب والسنتہ تھے۔ تو ان کے صالحین ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پھر تو ان کو حسن سمجھنا ضرور ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن ہوگا۔ اگر وہ علماء صالحین ہیں سے نہیں تو دیکھا جائیگا کہ ان کا حسن کہنا اصول شرعیہ کے کسی اصل کے ماتحت میں داخل ہے یا نہیں اور قرآن شریف یا حدیث صحیح کے خلاف ہے یا نہیں۔ در صورت خلاف ہونے کے اور نہ داخل ہونے کے اصول شرعیہ میں کسی اصل کے تحت میں وہ قبول نہ ہوگا۔ لیکن زبان سے نیت کرنا ان علماء نے لکھا ہے جو اسلام میں کامل اور صالح تھے اور ان کا حسن کہنا اصول شرعیہ کے اصل کے ماتحت بھی ہے۔

(۱) صاحب درمختار فقہیہ محدث عالم فاضل نحوی حافظ احادیث و مرویات طلیق اللسان فصیح البیان جید النقریہ و التخریر جامع معقول و منقول صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ کے تیس جزیبیں صحیح بخاری پر تعلیقات لکھیں۔ آپ کے استاد شیخ خیر الدین رملی نے آپ کی بہت تعریف کی۔ سن وفات میں صحیح بخاری کے درس شروع کرنے سے پہلے اور آخر درس میں فاتحہ پڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجتے تھے۔ درمختار ملتقی الابجر۔ شرح منار۔ شرح قطر اور مختصر فتاویٰ صوفیہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔ مفصل حال آپ کا طرب الاماثل ص ۱۳۱ اور حدائق الحنفیہ صفحہ ۲۲۲ میں مذکور ہے۔ آپ درمختار میں فرماتے ہیں۔

والتلفظ عند الارادة بهامستحب هو المختار
وقيل سنة يعنى احبة السلف او سنة
علمانا اذ لو ينقل عن المصطفى ولا
التابعين بل قيل بدعة۔

یعنی زبان سے نیت کرنا مستحب ہے اور یہی مختار ہے۔
اور بعض نے کہا کہ سنت ہے۔ یعنی اس کو سلف نے اچھا
سمجھا۔ ہمارے علماء کی سنت ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام اور تابعین سے منقول نہیں
بلکہ کہا گیا ہے کہ بدعت ہے۔

میں کہتا ہوں۔ عدم نقل عدم وقوع کو مستلزم نہیں۔ کما فی فتح القدر
اور بدعت سے یہاں مراد بدعت حسنة ہے۔

(۲) علامہ طحاوی نے در مختار کے قول قیل بدعة کے تحت
میں لکھا ہے۔ لکنها حسنة على المعتمد لا سيئة يعنى
بدعت بھی ہے تو حسنة ہے۔ سیئہ نہیں۔ یہ علامہ فقیہ عصر و جمید
دہر محدث جمید علامہ محقق فاضل مدقق تھے۔ مدت تک منہر کے مفتی
رہے۔ در مختار کا حاشیہ ایسی تحقیق سے لکھا کہ مقبول نام ہوا بہت
سے رسائل و کتب آپ نے تصنیف فرمائے۔ وفات ۱۲۳۲ھ میں
ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) علامہ شامی صفحہ ۵۰۳ میں فرماتے ہیں۔

قال في الحلية ولعل الاشبه انّه بدعه حسنة صفة
عند قصد جمع العزيمة لان انسان قد
يغلب عليه تغرق خاطره وقد استفاض
ظهور العمل به في كثيرة من الاعصار في
عامّة الامصار فلا جرم انّه ذهب في المبسوط
والهداية والكافي الى انه ان فعله ليجمع
عزيمة قلبه فحسن فيندفع ما قيل انه يكره۔
يعني صاحب حلية فرماتے ہیں کہ اشبه یہ ہے کہ تلفظ نیت بوقت
قصد موافقت بارادہ قلبی بدعت حسنة ہے۔ کیونکہ انسان پر کبھی
دل کی پراگندگی غالب آجاتی ہے۔ یعنی دل کی پراگندگی دور
کرنے کے لیے زبان سے نیت کرنا بدعت حسنة ہے۔ اور
اکثر شہروں میں مدت سے اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی
واسطے صاحب مبسوط و ہدایہ و کافی اس طرف گئے ہیں۔ کہ ارادہ
کی موافقت کے واسطے زبان سے نیت کرے تو اچھا ہے۔
پس جو مکروہ کہتے ہیں۔ ان کا قول مندفع ہو گیا۔

(۴) علامہ شرنبلالی حاشیہ درر عزیز میں فرماتے ہیں۔

التلفظ بهما مستحب یعنی طریق حسن احب المشايخ
لانّه من السنة لانه لو ثبت عن رسول الله

صلى الله عليه وسلم من طريق صحيح ولا ضعيف
ولا عن احد من الصحابة والتابعين ولا عن
احد من الائمة الاربعة بل المنقول انه صلى
الله عليه وسلم كان اذا اقام الى الصلوة
كبر فهذه بدعة حسنة.

یعنی زبان سے تلفظ کرنا مستحب ہے۔ یعنی اچھا طریقہ ہے
اس کو مشائخ نے محبوب رکھا ہے۔ سنت نہیں۔ اس
لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طریق صحیح یا
ضعیف سے ثابت نہیں اور نہ کسی صحابی سے نہ تابعین
سے نہ ائمہ اربعہ سے۔ بلکہ روایت یہ ہے کہ جب رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے
پس یہ زبان سے نیت کرنا بدعت حسنة ہے۔

دیکھو علامہ شرنبلانی یہ بات مان کر کہ نیت زبان سے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام و صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ سے ثابت نہیں۔ پھر بھی اس
کو بدعت حسنة فرماتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ حسن ہونے کے
لیے منقول ہونا لازم نہیں۔

(۵) فقیہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ شرح کبیر میں فرماتے ہیں :-

هذه بدعة لکن عدم النقل وكونه
بدعة لا ية في كونها حسنة.

یعنی اس کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نیک نہ ہو۔

(۷) فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فان قصد و ذکر بلسانہ کان

افضل۔ یعنی نیت اگر زبان سے کرے تو افضل ہے۔

(۸) ملتقى الاجر میں ہے۔ وضم اللفظ الى القصد افضل

یعنی قصد قلبی کے ساتھ تلفظ کا ضم کرنا افضل ہے۔

(۸) ہدایہ شریف میں ہے۔ ویحسن ذلك لاجتماع العزيمة

یعنی زبان سے نیت کرنا حسن ہے۔ اس لیے کہ زبان اس کے ارادہ کے ساتھ موافق ہو جاتی ہے۔

(۹) فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۵۰ جلد ۱ میں ہے فان فعله لنجتمع

عزيمة قلبه فهو حسن كذا في الكافي۔ یعنی اگر زبان سے

نیت کرے تاکہ ارادہ قلبی موافق ہو جائے تو نیک ہے۔ ایسا ہی

کافی میں ہے۔

(۱۰) شرح وقایہ ص ۱۵۹ جلد اول میں ہے۔ والقصد مع لفظه

افضل۔ یعنی قصد قلبی کے ساتھ زبان کا تلفظ افضل ہے۔

(۱۱) اسی طرح مختصر وقایہ میں ہے۔

(۱۲) جامع الرموز ص ۶۱ میں ہے۔ والمختار استجاب التكلو

كما في المنية۔ یعنی مختار یہ ہے کہ زبان سے نیت کرنا مستحب ہے۔

جیسا کہ منیہ میں ہے۔

(۱۳) منیہ ص ۲۲۱ میں ہے۔ والمستحب ان نیوی بقلبه و

یتکلمہ باللسانِ هذا هو المختار۔ یعنی مستحب یہ ہے کہ دل اور زبان سے نیت کرے اور یہی مختار ہے۔

میں کہتا ہوں مجتہدے میں اسی کو صحیح کہا ہے۔ اور اختیار میں امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی ہے کہ وہ سنت فرماتے ہیں۔ اسی طرح محیط اور ہدایہ میں ہے۔ اور تجنیس میں بھی یہی مصرح ہے۔

(۱۴) علامہ علی قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۳۶ جلد اول میں فرماتے ہیں۔ فالاکثرون علی ان الجمع بینہما مستحبّ لیسہل تعقل معنی النیۃ و استحضارہا۔ یعنی اکثر اس طرف ہیں کہ زبان اور دل میں جمع کرنا مستحب ہے تاکہ نیت کا معنی معلوم کرنا۔ اور اس کا حاضر کرنا آسان ہو۔

(۱۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ص ۳۴ میں فرماتے ہیں۔ "لیکن فقہا گفتہ اند کہ اگر زبان نیز گوید بہتر است و مستحب۔ تا زبان بادل موافق و ظاہر با باطن مطابق بود و نیز تعقل معنی نیت استحضار آں در دل بذکر الفاظ آسان باشد۔"

شرح سفر السعادت صفحہ ۷۴ میں فرماتے ہیں: "از قواعد شرح و بجزورت عقل نیز معلوم شد کہ اگر زبان بادل جمع شود اتم و اکمل بود۔ و ازین جہت کہ فقہا گفتہ اند کہ اگر بلفظ نیز گوید بہتر بود فافہم۔"

اسی طرح شیخ محقق نے مدارج النبویہ ص ۲۰۰، جلد اول میں لکھا ہے :-

(۱۶) علامہ قسطلانی مواہب لدنیا صفحہ ۲۱۴ جلد ۲ میں شافعی مذہب بیان کرتے ہیں۔ والذی استقر علیہ اصحابہ استحباب النطق بھا۔ یعنی زبان سے نیت کرنے کے استحباب ہونے پر ہمارے اصحاب نے قرار پکڑا ہے۔

(۱۷) حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ غنیہ مترجم فارسی کے صفحہ ۸۶۴ میں فرماتے ہیں۔ و ان تلفظ ذالک بلسانہ کان احسن۔ یعنی اگر زبان سے نیت کرے تو بہتر ہے اور بیان وضو میں فرماتے ہیں۔ و ان تلفظ بہ مع اعتقاد بقلبہ کان افضل صد۔ اگر زبان سے نیت کرے۔ باوجود اعتقاد قلبی کے تو افضل ہے۔ اور نماز جنازہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ و صفتھا ان یقول اُصلی علیٰ ہذا المیت فرضاً علی الکفایۃ۔ یعنی کہے نماز پڑھنا ہوں۔ اس میت پر فرض کفایہ۔

یہ چند حوالہ جات جو لکھے گئے ہیں، ان کے مطالعہ سے اہل انصاف پر روشن ہو جائے گا کہ نیت زبان سے کہنا بڑے بڑے اکابر علمائے مستحسن لکھا ہے خصوصاً حضرت پیر صاحب قدس سرہ جن کو مخالفین بھی ملتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے بدعت کہا ہے۔ اس سے بھی مراد بدعت حسنة ہے۔ کما متر بدعت سنیہ۔ کیوں کہ حضرات فقہاء علیہم الرحمۃ کی ہرگز یہ شان نہیں کہ بدعت سنیہ کے مروج ہوں۔ ان پر ایسا گمان کرنے والا

علامہ عبداللہ حاشیہ ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ بدعت حسنة ہے۔ ۱۲ منہ

یقیناً گستاخ اور بے ادب ہوگا۔

مزید توضیح کے لیے ہم مختصر الفاظ میں ان حضرات کا حال بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو ان کے علم و فضل کی وسعت کا اندازہ معلوم ہو جائے۔

علامہ طحاوی | سید احمد طحاوی فقیہ عصر و جید دہرا محدث جید علامہ محقق، فاضل مدق تھے۔ مدت تک مصر کے

مفتی رہے۔ درمختار کا حاشیہ ایسی تحقیق سے لکھا کہ مقبول نام ہوا۔ اور بہت سے رسائل و کتب آپ نے تصنیف فرمائے۔ وفات آپ کی ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔

علامہ شامی | اپنے زمانہ کے علامہ، فہامہ، فقیہ، محدث، محقق، مدق، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ علوم سید شیخ سعید حلبی و شیخ ابراہیم حلبی سے پڑھے۔ حدیث اور فقہ کی سندیں حاصل کیں۔ وفات ۱۲۶۰ھ۔

علامہ شرنبلالی | حسن بن عمار مصری شرنبلالی اعیان فقہا اور اعلم فضلا میں سے مشہور زمانہ اور معتبر فی الفتاویٰ تھے۔ بہت کتابیں آپ نے تصنیف کیں۔ وفات ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔

علامہ حلبی شارح منیہ | علوم غریبہ کے عالم تھے۔ تفسیر حدیث قرأت کے ماہر تھے۔ محدث، فاضل، فقیہ، محقق حلب کے رہنے والے تھے۔ آپ کو فقہ اور اصول میں بڑا ملکہ

تھا۔ بڑے متقی، پرہیزگار، عابد، زاہد تھے۔ بہت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ہمیشہ گھر میں یا مسجد میں علم میں مشغول رہتے تھے۔ وفات، آپ کی ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ (طرب الامثال)

قاضی خان
 امام مجتہد سلطان شریعت برہان طریقت، فخر الدین، قاضی خاں بڑے امام تھے۔ معافی دقیقہ کے خواص فروع اصول میں بجز عمیق تھے۔ طبقہ مجتہدین فی المسائل میں آپ کو محدود کیا گیا ہے۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے لکھا ہے کہ جس مسئلہ کی قاضی خاں تصحیح کرے۔ وہ غیر کی تصحیح پر مقدم ہے۔ کیوں کہ وہ بذاتہ فقیہ ہے۔ وفات ۹۹۲ھ ہجری میں ہوئی۔

صاحب ہدایہ
 اپنے وقت کے امام، فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، جامع علوم، ضابطہ رفنون، متقن، محقق، مدقق، نظار، زاہد، اورع، بارع، فاضل، ماہر اصولی، ادیب، شاعر تھے۔ معرفت مذہب میں آپ کو دست گاہ کامل حاصل تھی۔ آپ کی بزرگی اور تقدم کا آپ کے معاصرین مثل قاضی خاں اور محمود بن احمد مؤلف محیط و ذخیرہ و شیخ زین الدین و ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری مؤلف فتاویٰ ظہیر نے اقرار کیا۔ آپ کو طبقہ اصحاب ترجیح سے شمار کیا گیا ہے۔ وفات ۵۹۳ھ میں ہوئی۔

صاحب شرح وقایہ
 علامہ عبدالحی متقی، الراعیہ میں کفوی سے لکھا گیا ہے کہ صد الشریعہ عبید اللہ

بن مسعود صاحب شرح وقایہ و امام متفق علیہ۔ علامہ حافظ قوائین شریعت شیخ
فروع و اصول عالم معقول و منقول فقیہ۔ اصولی، خلافتی جدلی محدث مفسر نحوی،
لغوی، ادیب، انظار، متکلم، منطقی، عظیم القدر جلیل المحل کثیر العلم تھے۔ وفات
۶۴۶ ہجری میں پائی۔

الغرض ملا علی قاری و شیخ عبدالحق محدث دہلوی و حضرت
غوث الاعظم رضی اللہ عنہم کے حالات خواص و عام پر روشن ہیں۔ پس
ایسے ایسے فضائل امت کا نیت کو تحسن لکھنا۔ بحکم ماراہ المسلمون حسنا
فہو عند اللہ حسن ضرور عند اللہ حسن ہوگا۔

تکبیر تحریمہ کی وقت

کالوں تک ہاتھ اٹھانا اور اللہ اکبر کہنا

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے مسند ص ۲۴۲ میں بروایت عام بن
وائل بن حجر روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ
يُحَاذِي بِهِمَا شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ - وَفِي رَوَايَةٍ كَانَ
يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِي بِهِمَا شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ
وَفِي رَوَايَةٍ - عَنْ وَاثِلٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُحَاذِي

شَحْمَةٌ أُذُنَيْهِ -

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (بوقت تکبیر تحریمیہ) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ کانوں کی لوتک برابر ہو جائے۔

وَأَخْرَجَ الطَّحَاوِيُّ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْأَثَارِ فِي ص ۵۵
جِلْدًا عَنِ وَاثِلِ بْنِ حَجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يُكَبِّرُ لِلصَّلَاةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالِ أُذُنَيْهِ.
وائل فرماتے ہیں میں نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت تکبیر
تحریمیہ اٹھاتے دونوں ہاتھوں اپنے کو برابر کانوں کے۔

وعن مالك بن الحويرث مثله إلا أنه قال حتى يعاذه
بهما فوق أذنيه - (أخرجه الطحاوي ص ۱۱۶)

یعنی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ مگر اس میں یہ
لفظ ہیں کہ یہاں تک ہاتھ اٹھاتے کہ برابر کرتے دونوں ہاتھوں
کو کانوں کے اوپر۔

صحیح مسلم کے ص ۳۱، جلد ۱ میں بروایت وائل آیا ہے۔

أَنَّ رَأْيِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ
دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَصَفَّ هَمَامٌ حِيَالِ
أُذُنَيْهِ - الحديث -

یعنی حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ جب نماز میں داخل ہوئے تکبیر کہی۔ ہم ام نے یہ ان کیا کہ برابر کانوں کے۔

وَعَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قَالَ شَرُّ اتِّبَتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بُرَانِسٌ وَ

اَكْسِيَّةٌ - (رواه ابوداؤد و آخرون)

وائل فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شروع کیا نماز کو اٹھائے۔ دونوں ہاتھ مقابل کانوں کے۔ کہا وائل نے پھر آیا میں پاس ان کے۔ پس دیکھا میں نے ان کو اٹھانے اپنے ہاتھوں کو سینوں تک شروع نماز میں اور ان پر بارانیاں اور لوٹیاں تھیں۔

یعنی سردی کے سبب ہاتھوں کو باہر نہیں نکالتے تھے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہو گیا۔ کہ جن روایتوں میں مونڈھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا آیا ہے۔ وہ حالت عذر سردی میں تھا۔ امام طحاوی نے اسی طرح تطبیق دی ہے۔ اور امام نووی شرح صحیح مسلم ص ۱۶۸ جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ ہاتھ اس طرح اٹھانا چاہیے کہ ہاتھ برابر مونڈھوں کے ہوں۔ اور ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کے اوپر کے حصے تک پہنچ جاویں۔ اور دونوں انگوٹھے کانوں کی لوت تک اور

ہاتھوں کی تلبیاں مونڈھوں کے برابر۔ اسی طرح ہاتھ سے سب روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے اور یہی تطبیق امام شافعی رحمۃ اللہ سے منقول ہے۔ یہ صورت بھی ایک حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ جو حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد میں ہے۔

بِأَنَّ أَبْصَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتْ حِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذِي بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ۔

یعنی دیکھا وائل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت کھڑے ہوئے طرف نماز کی پس اٹھائے دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ ہو گئے مقابل مونڈھوں کے اور برابر کیا دونوں ابھاموں کو اپنے کانوں کے۔

یہ روایت ملا علی قاری نے شرح مسند امام کے صفحہ ۲۲۲ میں کی ہے۔ تو اس صورت میں ہمارا اور شافعی کا اس مسئلہ میں اتفاق ہوا۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ۔

رواہ البیہقی فی السنن الکبیرہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے نماز کو تکبیر کہتے۔ پھر اٹھاتے

دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ برابر کرتے اپنے انگوٹھوں کو اپنے کانوں کے۔ اس کو بہیقی نے سنن کبیرہ میں روایت کیا۔ کہا علی قاری نے شرح مسند میں قال ابو الفرج اسنادہ کلہم وثقات یعنی ابو الفرج فرماتے ہیں کہ اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں۔

(شرح مسند ص ۲۴۴)

اور عورت بوقت تکبیر تحریمیہ اپنے مونڈھوں کے برابر ہاتھ اٹھاوے۔ کیونکہ ہر امر میں ان کے لیے ستر کا حکم ہے۔ اور بہ نسبت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے مونڈھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا عورت کے لیے زیادہ ستر ہے۔ ہدایہ میں اسی کو صحیح لکھا ہے۔

علامہ عبدالحی نے عمدۃ لرعایہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ایک حدیث بھی آئی ہے۔ لیکن اس کے الفاظ انہوں نے نہیں لکھے۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۷۵ میں وہ حدیث بایں الفاظ لکھی ہے۔

اخرج الطبرانی عن وائل بن حجر مرفوعاً یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدک حذاء اذنیك والمرءة یجعل یدها حذاء ثدیہا۔ انتہی
یعنی اسے وائل جب تو نماز پڑھے تو ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت سینے کے برابر کرے۔

علامہ عینی نے شرح ہدایہ صفحہ ۶۰۲ جلد ۱ میں لکھا ہے۔

وَعَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ وَعَطَاءِ وَالزُّهْرِيِّ وَحَمَّادٍ وَ

غَيْرِهِمَا أَنَّ الْمَرْءَ تَرَفَعُ يَدَيْهَا إِلَى تَدْيَيْهَا.

یعنی حضرت ام الدرداء اور عطاء اور زہری اور حماد وغیرہم سے روایت ہے کہ عورت دونوں ہاتھوں کو اپنے پستانوں تک اٹھاوے اور امام اعظم رحمۃ اللہ سے اس طرح بھی آیا ہے کہ عورت اس حکم میں مثل مرد کے ہے۔ واللہ اعلم۔

داہنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى زِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ.

(رواہ البخاری مشکوٰۃ صفحہ ۶۷)

یعنی تھے لوگ حکم کیے جاتے یہ کہ رکھے آدمی داہنا ہاتھ اوپر بائیں ہاتھ اپنے کے نماز میں۔ روایت کی یہ بخاری نے۔

امام محمد کتاب الآثار صفحہ ۲۸ میں روایت کرتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَمِدُ بِأَيْدِي يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى فِي الصَّلَاةِ يَتَوَاضَعُ لِلَّهِ تَعَالَى.

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے پر اعتماد فرماتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی جناب میں عاجزی کرتے تھے

امام محمد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

وَيَضَعُ بَطْنَ كَفِّهِ الْيَمِينِ عَلَى رُسْفِهِ الْأَيْسَرِ تَحْتَ السُّرَّةِ
فَيَكُونُ الرُّسْفُ فِي وَسْطِ الْكَفِّ -

یعنی دائیں ہاتھ کی پھیلی بائیں ہاتھ کے بند پر نیچے ناف کے
رکھے تو ہاتھ کا بند پھیلی کے میانہ ہو جائے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَكَبَّرَ
ثُمَّ التَّحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى -

رواہ احمد و مسلم

وائیل بن حجر نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اٹھائے
دونوں ہاتھ اپنے اُس وقت کہ داخل ہوئے نماز میں اور تکبیر
کہی۔ پھر ڈھانک لیے ہاتھ کپڑے اپنے میں۔ پھر رکھا دایاں
ہاتھ اپنا بائیں ہاتھ پر۔ اس کو امام احمد اور مسلم نے روایت کیا۔
عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيُ
فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى فَرَأَى النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى
عَلَى الْيُسْرَى -

رواہ البوداؤد فی صفحہ ۲۷۴،

والنسائی وابن ماجہ

یعنی عبداللہ بن مسعود نماز پڑھتے تھے۔ پس رکھا انہوں نے ہاتھ اپنا بایاں اوپر دائیں کے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو اس کا دایاں ہاتھ اُس کے بائیں پر رکھ دیا۔ اس کو ابو داؤد نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔

عون المعبود شرح سنن ابو داؤد کے صفحہ ۲۶۴ میں حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا

آج کل یہ مسئلہ نہایت معرکہ آرا رہ رہا ہے۔ لہذا کہ ناف کے نیچے ہاتھوں کا باندھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ قال رأیت النبیَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ
تَحْتَ الشُّرَّةِ - (رواه ابن ابی شیبہ فی مصنف)

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر نیچے ناف کے۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے۔ رعمدة الرعاية
حاشیہ شرح وقایہ صفحہ ۱۶۵ جلد ۱

یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اس کی سند کو حید و سہر مایا۔
سندھی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ محمد مدنی نے اس کی سند کو
قوی فرمایا۔

اس حدیث کی سند یہ ہے :

حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن
وائل عن ابيه قال رايت النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ - (الحدیث)

مؤلف بلاغ المبین نے اس حدیث پر جرح کی ہے کہ سماع علقمہ کا
باپ اپنے سے ثابت نہیں۔ اس لیے یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں کہتا
ہوں کہ سماع علقمہ کا اپنے باپ سے ثابت ہے۔ خود مؤلف نے صفحہ ۲۲۵
میں نسائی کی حدیث لکھی ہے جس میں علقمہ اپنے باپ سے بلفظ حَدَّثَنِي أَبِي
روایت کرتا ہے جو سماع پر دال ہے اور صفحہ ۲۵۸ میں یہ حدیث علقمہ بن
وائل عن ابيه لکھ کر بلوغ المرام سے قول ابن حجر لایا ہے کہ سند اس کی
صحیح ہے۔ پس اگر علقمہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہ ہوتا تو ابن حجر
اس سند کو کیوں صحیح کہتا۔

ملا علی قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۱ جلد ۱ میں فرماتے ہیں۔

والصحيح ان علقمة سمع من ابيه وان الذي لو
يسمع من ابيه هو عبد الجبار بن وائل ولد
بعد وفاة ابيه بسنة اشهر - كذا نقله الترمذی

عن البخاری - انتہی -

یعنی صحیح یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُننا ہے اور جس نے نہیں سُننا وہ عبد الجبار بن وائل ہے جو اپنے باپ کی وفات کے چھ مہینے بعد پیدا ہوا۔ ایسا ہی نقل کیا ہے ترمذی نے امام بخاری سے۔

مزید تحقیق اس کی مسئلہ آئین میں کی جائے گی۔ انشاء اللہ۔

مولانا ظہیر حسن نیموری رحمہ اللہ رسالہ الدرۃ العزیزة صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں کہ زیادت تحت السّرۃ متعدد نسخوں میں پائی جاتی ہے۔ مختلف علماء نے اس کو نقل کیا ہے۔ ملاحیات سندھی کے شاگرد ملا قاسم سندھی نے فوز الکرام میں لکھا ہے۔ فهذا الزیادة فی اکثر النسخ الصحیحة۔ اور یہ بھی لکھا ہے ورايته بعینی فی نسخة صحیحة علیہا الامارات المصححة۔ مؤلف کہتا ہے کہ مدنیہ طیبہ کے قبہ محمودیہ میں جو مشہور کتب خانہ ہے اس میں بھی مصنف کا نسخہ ہے۔ اس میں بھی یہ لفظ موجود ہے۔ انتہی

(۲) عن ابی حنیفہ أنّ علیاً رضی اللہ عنہ قال السنّةُ
وَضَعُ الْكُفِّ عَلَى الْكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(رواہ ابوداؤد ص ۲۴۲ جلد ۱)

ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سنت ہے ہاتھ کا رکھنا ہاتھ پر نیچے ناف کے۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ اور امام احمد اور دارقطنی اور بیہقی

نے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۱۵ جلد ۳ میں فرماتے ہیں۔ ان الصحابی اذا اطلق اسم السنة فالمراد به سنة النبي صلى الله عليه وسلم یعنی صحابی جب سنت کا لفظ بولے تو مراد اس سے سنت نبوی ہوتی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت کہنا سنت نبوی مراد ہے۔ فافہم۔

اس حدیث کو ابو داؤد نے اخراج کیا۔ اور اس پر سکوت کیا۔ اور جس حدیث پر ابو داؤد سکوت کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے علاوہ اس کے حدیث وائل جو پہلے گذر چکی ہے۔ یہ حدیث اس کی مؤید ہے۔ (۳) اور اسی کی تائید میں ہے۔ وہ حدیث جس کو علامہ عینی شرح بخاری صفحہ ۱۵ جلد ۱ میں لائے ہیں۔ مِنْ اخْلَاقِ النَّبَوَةِ وَضَعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ الشُّرَّةِ۔ (رواہ ابن حزم من حدیث انس رضی اللہ عنہ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے اخلاق نبوت میں سے ہے۔ اس کو ابن حزم نے روایت کیا۔

(۴) اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو ابو داؤد ص ۵۴، ۲ جلد اول میں لایا ہے۔ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَخَذَ الْأَكْفَ عَلَى الْأَكْفِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشُّرَّةِ۔ کہا ابو ہریرہ نے ہاتھوں کا ہاتھوں پر پکڑنا نماز میں ناف کے نیچے ہے۔ دارقطنی صفحہ ۱۰۰۔ اگرچہ اس کی سند میں عبد الرحمن متکلم فیہ ہے لیکن چونکہ جرح مبہم ہے اس لیے مضر نہیں۔ علاوہ اسکے حدیث

وائل کی جو گزری ہے اس کو قوت دیتی ہے۔

۱۵ اور اسی کی مؤید ہے وہ حدیث جس کو امام محمد نے کتاب الآثار صفحہ ۲۸

میں روایت کیا ہے۔ عن ابراهیم النخعی أَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ
الْيَمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى تَحْتَ السُّرَّةِ قَالَ مُحَمَّدٌ نَأْخُذُ

وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - یعنی ابراہیم نخعی سے روایت

ہے کہ وہ دایاں ہاتھ بائیں پر نیچے ناف کے باندھا کرتے تھے۔ امام محمد فرماتے

ہیں کہ ہمارا اسی پر عمل ہے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اس حدیث کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف میں روایت

کیا ہے۔ علامہ ظہیر حسن نیموی نے آثار السنن صفحہ ۱۱ جلد اول میں اس

حدیث کی سند کو حسن لکھا ہے۔

(۶) اور اسی کو قوت دیتی ہے وہ روایت جو آثار السنن صفحہ ۱۱ جلد ۱

میں ہے۔ عن الحجاج بن حسان قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَحْبُزًا

وَسَأَلْتُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ

عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهُمَا اسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ - (رواہ

ابو بکر بن ابی شیبہ و اسناد صحیح) حجاج فرماتے ہیں۔ میں نے ابو محبوز (تابعی)

سے پوچھا کہ بیوں کر ہاتھ باندھوں۔ کہا کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں کف

کے ظاہر پر رکھ کے نیچے ناف کے۔ یہ اثر صحیح ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ

روایت کیا۔ ابو داؤد صفحہ ۲۶۵ میں فرماتے ہیں۔ قال ابو معجلز تحت

السُّرَّةِ كَمَا قَالَ أَبُو مَحْبُزٍ فِي نَافِئِ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ - اور ابو محبوز لاحق بن حمید جلیل القدر

تابعی تھے۔ واللہ اعلم۔ اور جن روایتوں میں علی صَدْرِهِ آیا ہے وہ محفوظ نہیں ہے۔ اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق منظور ہو تو میری کتاب شرح مشکوٰۃ شریف دیکھو۔ یہ مختصر کتاب تفصیل کا محل نہیں ہے۔

شہاد پڑھنے کے بیان میں

عَنْ حَمِيدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالَى جَدُّكَ وَ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ - (رواه الطبرانی في كتابه المفرد في الدعاء

(نصب الرایہ - صفحہ ۱۶۶)

امام زیلعی نے اس حدیث کے نقل کرنے سے پہلے یہی حدیث بحوالہ دارقطنی فرمائی ہے اور پھر لکھا ہے۔ شو قال اسنادہ کلہو ثقات۔ یعنی دارقطنی نے کہا کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ میں کہتا ہوں وہ حدیث بروایت ابو خالد احمر عن حمید عن انس۔ اور یہ حدیث بروایت فضل بن موسیٰ عن حمید عن انس ہے۔ اس حدیث کو آثار السنن صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے۔ اسنادہ جبید۔ اس کی سند جبید ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ الْخ

اور مؤید اس کی ہے وہ حدیث حسن کو ترمذی نے صفحہ ۳۳ جلد ۱، طحاوی نے
 ص ۱۱ جلد ۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ
 الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
 وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ
 یعنی جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع
 کرتے تو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الخ پڑھتے۔

ترمذی لکھتا ہے کہ اکثر اہل علم تابعین وغیر ہم کا اسی پر عمل ہے اور حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح
 روایت کیا گیا ہے۔ انتہی۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ وابن واؤد طحاوی میں
 ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح آیا ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ
 جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لیے اُٹھتے۔ تکبیر کہتے
 پھر سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الخ پڑھتے۔

علاوہ اس کے صحیح مسلم صفحہ ۶۲ جلد ۱ میں آیا ہے:-

عَنْ عَبْدِ انْ عَمْرٍو بْنِ الْخَطَّابِ كَانَ يُجْهَرُ هَوْلًا
 الْكَلِمَاتِ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَ
 تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔

عبدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کلمات کو یعنی
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ۔ الخ کو جہر پڑھا کرتے تھے۔

عن الاسود عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان اذا
استفتح الصلوة و قال سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ . الخ

(رواه الدارقطنی صفحہ ۱۱۳ و الطحاوی صفحہ ۱۱۷)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو سُبْحَانَكَ
اللَّهُمَّ الخ پڑھتے۔ اس کو دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا۔

اس کی سند صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ثنا کو جہر پڑھنا تعلیم
کی غرض کے لیے تھا۔ چنانچہ دارقطنی صفحہ ۱۱۳ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
اس حدیث کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ یُسْمِعُنَا ذَلِكَ وَ يُعَلِّمُنَا۔ یعنی اسود
فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم کو سناتے تھے اور سکھاتے تھے۔
اسی طرح طحاوی صفحہ ۱۱۷ میں ہے۔

عن ابراہیم عن علقمہ و الاسود انہما سمعا عمر
کبیر فرغ صوتہ و قال مثل ذلک لیتعلموما
یعنی علقمہ اور اسود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ آپ نے
تکبیر کہی اور آواز اونچا کر کے اسی طرح کہا یعنی سُبْحَانَكَ
اللَّهُمَّ پڑھی تاکہ لوگ اس کو سیکھ لیں۔

امام محمد کتاب الآثار صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں:

عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّ نَاسًا مِنْ اَهْلِ البَصْرَةِ اتُوا عِنْدَ
عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ لَوْ يَأْقُوهُ اِلَّا لَيْسَ لُوهُ عَنْ
اِفْتِاحِ الصَّلَاةِ قَالَ لِقَامِ عُمَرَ ابْنِ الخَطَّابِ

فَافْتَحِ الصَّلَاةَ وَهِيَ خَلْفُهُ تُوجِّهَرَ فَمَتَّالٍ
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
 وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ کچھ آدمی بصرہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض کے لیے آئے کہ ان سے دعا افتتاح پوچھیں۔ کہا اس نے پھر ہٹے ہوئے حضرت عمر اور شروع کیا انہوں نے نماز کو اور وہ لوگ ان کے پیچھے (مقتدی) تھے۔ پھر آپ نے اونچی
 ۱۰۰ حَانَكَ اللَّهُمَّ الْخِ بِرُحْمَى۔

اس حدیث کے آگے امام محمد فرماتے ہیں:

وَبِهَذَا تَأْخُذُ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَلَكِنَّا لَا نَرَى
 أَنَّ يَجْهَرُ بِذَلِكَ الْإِمَامُ وَلَا مَنْ خَلْفَهُ وَإِنَّمَا جَهَرَ
 بِذَلِكَ عَمْرٌ لِيُعَلِّمَهُمْ مَا سَأَلُوهُ عَنْهُ۔

کہ ہمارا اسی پر عمل ہے۔ لیکن ہم دعائے افتتاح کے جہر کے قائل نہیں نہ امام کے لیے نہ مقتدی کے لیے اور حضرت عمر نے اس لیے جہر پڑھی تاکہ لوگوں کو (جو پوچھنے آئے تھے) سکھاویں۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بوقت تعلیم اسی دعا کا سکھانا، دوسری دعاؤں پر اس کا راجح ہونا ثابت کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا
 افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ
يُسْمِعُنَا ذَالِكَ - (رواه الدارقطني واسناده حسن)

ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ آخِرَتِكَ۔ اس کو دارقطنی نے صفحہ ۱۱۳ میں روایت کیا۔

ابن تیمیہ منقہ صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں:

وَرَوَى سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ فِي سَنَنِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ
الصَّدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِحُ
بِذَلِكَ -

یعنی سعید بن منصور نے اپنے سنن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ افتتاح فرماتے تھے ساتھ اس کے یعنی دُعَاؤے افتتاح یہی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھا کرتے تھے۔

ابن تیمیہ اس کے آگے لکھتے ہیں صفحہ ۵۷ پر کہ حضرت ابو بکر و عثمان و عبد اللہ بن سعود رضی اللہ عنہم کا اس دُعَاؤے اختیار کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کے سامنے لوگوں کو سکھانے کی غرض سے اس دُعَاؤے پڑھنا حالانکہ سُنَّتِ اِخْفَاءِ ہے، دلالت کرتا ہے کہ یہی دُعَاؤے افضل ہے۔ اور یہی دُعَاؤے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہمیشگی فرماتے تھے۔ انتہی۔

ملا علی قاری مرقاہ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۵ جلد ۱ میں حدیث عائشہ رضی

اللہ عنہا کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال التورپشتی هذا حدیث حسن مشہور واخذہ
من الخلفاء عمر رضی اللہ عنہ والحدیث مخرج
کتاب مسلم عن عمر وقد اخذہ عبد اللہ بن
مسعود وغیرہ من فقہاء الصحابة وذهب الیہ
کثیر من العلماء التابعین و اختاره ابو حنیفة و
غیرہ من العلماء فکیف ینسب هذا الحدیث الی
الضعف وقد ذهب الیہ الاجلة من علماء الحدیث
کسفیان الثوری و احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ۔ انتہی۔

کہا تورپشتی نے یہ حدیث حسن مشہور ہے۔ خلفاء میں سے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ اور مسلم کی کتاب میں حضرت عمر
سے یہ حدیث موجود ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور سوائے
اس کے دوسرے فقہا صحابہ نے اس پر عمل کیا اور علمائے
تابعین میں سے بہت لوگ اس طرف گئے ہیں اور اسی کو امام ابو
حنیفہ و دیگر علماء نے پسند کیا۔ پھر کس طرح اس حدیث کو ضعف
کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی طرف بڑے بڑے
جلیل القدر علمائے حدیث گئے ہیں مثل سفیان ثوری اور احمد
بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کے۔ انتہی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ فارسی ص ۹۶ جلد ۱ میں فرماتے ہیں

کہ استفتاح بسبحانک اللہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے ثابت ہے اور حدیث کے بڑے بڑے علماء اس کے قائل ہیں مثلاً سفیان ثوری و احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ، اور اس کو علمائے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اور بہت علمائے تابعین میں سے اس کی طرف گئے ہیں۔ امام اعظم و دیگر مجتہدین نے اس کو اختیار کیا ہے۔ ترمذی نے بھی اپنی جامع میں کہا ہے کہ اس بات میں حضرت علی و عائشہ و عبد اللہ بن مسعود و جابر و جبرین مطعم و ابن عمر سے حدیث آئی ہے اور اسی پر عمل ہے۔ نزدیک اہل علم کے تابعین اور غیر تابعین سے۔ ہاں ترمذی نے حدیث ابو سعید بروایت حارثہ پر کلام کیا ہے اور یہ مضر نہیں اس طریق کو جس میں حارثہ نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ، اللَّهُمَّ کے ساتھ نماز شروع کرنا صحیح اور ثابت اور مستمر ہے اور دوسری دعاؤں سے زیادہ بھی ہے۔ انتہی ماقال الشیخ بتزجمتہ۔ اور جن روایتوں میں دوسری دعائیں آتی ہیں وہ ہمارے نزدیک محمول برنواقل و تہجد ہیں۔ چنانچہ صحیح ابوسعوانہ اور نسائی میں اس کی تصریح بھی آئی ہے۔ یا محمول برابتداء امر۔ جیسا کہ شرح منیہ میں ابن امیر حاج نے فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سکھانا اس پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم!

امام اور منفرد کا بعد شفاء اَعُوذُ بِرُطْبَانَا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے یعنی قرآن پڑھنے لگے تو پناہ مانگ ساتھ اللہ تعالیٰ کے شیطان مردود سے۔

چونکہ امام اور منفرد پر نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے اس لیے اعوذ کا پڑھنا بھی امام اور منفرد کے لیے ہوگا۔ مقتدی پر چونکہ قرات قرآن نہیں، جیسا کہ آگے آوے گا۔ اس لیے اس پر اعوذ بھی نہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرَ كَبِيرًا ثُمَّ يَقُولُ أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - (الحديث رواه الترمذی ص ۳۳ جلد ۱ و

البوداؤد و الام الطحاوی)

ابوسعید خدری فرماتے ہیں تمھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے اُٹھتے تکیبیر کہتے پھر فرماتے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ۔ الخ۔ پھر فرماتے اللہ اکبر کبیراً۔ پھر فرماتے أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ اس حدیث کو ترمذی و البوداؤد و طحاوی نے روایت کیا۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
 رالحديث - رواه ابن ماجه وابن خزيمة و رواه الحاكم و البيهقي بلفظ كان إذا دخل في الصلوة)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ الْوَاسِعِ اس کو ابن ماجہ نے صفحہ ۵۹ میں - اور ابن خزیمہ نے
 روایت کیا - اور حاکم اور بیہقی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ جب آپ
 نماز میں داخل ہوتے - تو یہ کہتے -

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يُصَلِّي صَلَاةً فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا رَأَى إِلَى آخِرِ
 مَا قَالَ، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - الحديث

رواه ابو داؤد ص ۲۷۹ جلد ۱ -

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے دیکھا - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے
 پس فرمایا - اللہ اکبر کبیرا آخر تک - (اور اس کے آخر میں یہ اعوذ ہے) -
 أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ -

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ ابْنَ
 الْخَطَّابِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرْتُهُ قَالَ
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الْوَاسِعِ شَرِيعَتُهُ - (رواه الدارقطني في ص ۱۳۳)

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا - جب
 نماز شروع کرتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الْوَاسِعِ پڑھتے پھر اَعُوذُ بِاللَّهِ
 پڑھتے - اس کو دارقطنی نے روایت کیا - اور سند اس کی
 صحیح ہے - آثار السنن ص ۷۳ -

بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کے بیان میں

امام اور منفرد اعوذ پڑھ کر بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں، اس لیے کہ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔

عَنْ نَعِيمِ بْنِ الْمَجْمَرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ ابْنِ هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ امِیْنٌ فَقَالَ النَّاسُ امِیْنٌ - ثُمَّ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ اَمَّا وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ اِنِّیْ لَا شُبُهَكُمْ صَلَوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

روایت ہے نعیم بن محمد سے کہا۔ اس نے نماز پڑھی۔ میں نے پیچھے ابو ہریرہ کے پس پڑھا اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پس جب پہنچا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تک۔ کہا آمین! اور کہا لوگوں نے آمین۔ پھر جب سلام پھیرا کہتا تھا تم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں ہے میری جان۔ میں زیادہ مشابہ ہوں تم میں نماز میں ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کو طحاوی نے صفحہ ۱۱ میں روایت کیا۔ اور نسائی اور ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِهَا فَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - الحديث

روایت ہے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز پڑھتے تھے۔ پس پڑھتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
روایت کیا اس کو امام طحاوی نے صفحہ ۱۱۷ میں۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے
ساتھ شروع کرتے تھے۔ اس کو ترمذی نے صفحہ ۳۳ میں روایت کیا۔

اعوذ اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا

ثناء کا آہستہ پڑھنا تو سچے بیان ہو چکا ہے اور ضمناً یہاں بھی ذکر ہو گا۔
لیکن بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَبَا بَكْرًا وَعُمَرَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ - متفق عليه

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے
شروع کرتے تھے۔

صحیح مسلم صفحہ ۷۲ کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے۔ لَا يَذْكُرُونَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِي آخِرِهَا۔ یعنی بسم اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ نہ اول قرأت میں نہ آخر میں۔ اس حدیث میں بسم اللہ کے پڑھنے کی نفی نہیں۔ حافظ ابن حجر بلوغ المرام صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں۔

وَفِي رِوَايَةِ الْإِسْحَاقِ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ خَزِيمَةَ لَا يُجْهَرُونَ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَفِي آخِرِهَا ابْنُ خَزِيمَةَ كَانُوا يُسِرُّونَ وَعَلَى هَذَا يُجْمَلُ النَّفْيُ فِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ خِلَافًا لِمَنْ أَعْلَمَهَا۔

یعنی احمد اور نسائی و ابن خزیمہ کی روایت میں آیا ہے کہ بسم اللہ شریف پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ اور ابن خزیمہ کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ وہ آہستہ پڑھتے تھے۔ تو مسلم کی روایت میں جو نفی آئی ہے وہ آہستہ نہ پڑھنے پر محمول ہے۔ خلاف اس کے جس نے اس کو معلول کیا۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ (رواه النسائي)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی پیچھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے۔ پس نہیں سنا

میں نے کسی کو ان میں سے پکار کر پڑھنا بسم اللہ الرحمن الرحیم کو۔

اس حدیث کو نسائی نے ص ۹۲ جلد ۱ میں روایت کیا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ سَمِعْتِي أَبِي وَ أَنَا فِي الصَّلَاةِ أَقُولُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَقَالَ لِي أَبِي بُنَيَّ مُحَمَّدٌ إِيَّاكَ وَالْحَدِيثُ قَالَ وَلَمْ أَرَأِحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ابْتِغَضَ إِلَيْهِ الْحَدِيثُ فِي الْإِسْلَامِ يَعْنِي مِنْهُ وَقَالَ وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَعَ عُمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُهَا وَلَا تَقُولُهَا إِذَا أَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - رواه الترمذی وحسنه

عبد اللہ بن مغفل کے بیٹے سے مروی ہے کہ اس نے میرے باپ نے نماز میں مجھ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے سنا۔ تو کہا اے میرے بیٹے! بدعت ہے، بچا تو اپنے آپ کو بدعت سے کہا۔ اس نے میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا جو اسلام میں بدعت کا ان سے زیادہ دشمن ہو۔ کہا انہوں نے، تحقیق میں نے نماز پڑھی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے۔ پس نہیں سنا میں نے کہ ان میں سے جو کہتا ہوں بسم اللہ کو۔ پس

تو مت کہو جب تو نماز پڑھے تو پڑھ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اس حدیث کو ترمذی نے ص ۳۳ میں اخراج کیا اور اس کو حسن کہا۔ ترمذی اس حدیث کے نیچے لکھتا ہے کہ عمل اسی پر ہے نزدیک اکثر اہل علم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے۔ انہی میں سے ہیں ابو بکر و عمر و عثمان و علی و غیر ہم۔ اور جو بعد ان کے ہیں تابعین میں سے۔ اور اسی کا قائل ہے۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک اور احمد اور اسحاق یہ سب بسم اللہ کا پکار کر پڑھنا نہیں دیکھتے۔ اور کہتے ہیں کہ بسم اللہ کو اپنے جی میں پڑھے۔ انتہی ما قال الترمذی۔

این ترمذی متقی الاخبار ص ۵۸ میں لکھتے ہیں :-

وَمَعْنَى قَوْلِهِ لَا تَقْلُمَا وَقَوْلِهِ لَا يَقْرَأُوهَا أَوْلَا يَذْكُرُونَهَا
وَلَا يَسْتَفْتِحُونَ بِهَا أَيَّ جَهْرًا بِدَلِيلِ قَوْلِهِ فِي
رَوَايَةٍ تَقَدَّمَتْ لَا يَجْهَرُونَ بِهَا وَذَلِكَ يُدَلُّ
عَلَى قِرَائَتِهِمْ سِرًّا - (انتہی)

یعنی لا تَقْلُمَا اور لا يَقْرَأُوهَا اور لا يَذْكُرُونَهَا اور
لَا يَسْتَفْتِحُونَ بِهَا کا مطلب یہ ہے کہ پکار کر نہیں پڑھتے
تھے کیونکہ دوسری روایت میں لَا يَجْهَرُونَ بِهَا آیا ہے اور
وہ دلالت کرتا ہے۔ ان کے پوشیدہ پڑھنے پر۔ انتہی۔

وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْجَهْرِ بِبِسْمِ
اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ ذَلِكَ فِعْلُ الْأَعْرَابِ۔

(رواہ الطحاوی و اسناد حسن) (آثار السنن ص ۴۲)

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بسم اللہ کے پکار کر پڑھنے کو گنواروں کا فعل کہا ہے۔ اس کو امام طحاوی نے بسند حسن روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانُوا يُسْرُونَ التَّعَوَّذَ وَالْبِسْمِلَةَ فِي الصَّلَاةِ - (رواه سعيد بن منصور في سننه)

ابو وائل فرماتے ہیں کہ تھے (صحابہ) آہستہ پڑھتے اعوذ اور بسم اللہ کو نماز میں۔ اس کو سعید بن منصور نے اپنے سنن میں روایت کیا۔ کہا فاضل نیموی نے آثار السنن ص ۳۶ میں کہ سند اس کی صحیح ہے۔

امام محمد کتاب الآثار ص ۲۲ میں ابراہیم نخعی سے لائے ہیں۔

قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الرَّجُلِ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّهَا عَرَابِيَّةٌ وَكَانَ لَا يَجْهَرُ بِهَا هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ -

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے حق میں فرمایا جو بسم اللہ پکار کر پڑھتا تھا کہ تحقیق وہ اعرابی ہے اور تھے عبداللہ بن مسعود نہیں پکار کر پڑھتے تھے اس کو۔ اور نہ کوئی ان کے اصحاب میں سے۔

امام محمد فرماتے ہیں۔ وَبِهِ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ - یعنی ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اور اسی صفحہ میں

امام محمد فرماتے ہیں

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يُخَافُتُ بِهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَكَ
اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّدُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ اَمِيْنٌ -

یعنی حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ہیں کہ امام ان کو
پوشید رکھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور تَعَوُّدٌ اور بِسْمِ اللّٰهِ اور اَمِيْنٌ۔

امام محمد فرماتے ہیں۔ وَبِهِ يَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَعْنِي
ہمارا اسی پر عمل ہے۔ اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے۔ اور موید اس کے
وہ حدیث ہے جس کو امام طحاوی نے ص ۱۲۰ میں ابواب اول سے اخراج کیا ہے۔

قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّدِ وَلَا بِاَمِيْنٍ -

یعنی حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما بسملہ اور اعوذ اور آمین کو جہر نہیں
کرتے تھے۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ خَمْسٌ يُخْفِيهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَكَ
اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّدُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ وَ اَمِيْنٌ - وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -

(رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ و اسنادہ صحیح)۔ (آثار السنن ص ۹۹)

اور ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں۔ امام ان کو پوشیدہ رکھے۔ سُبْحَانَكَ
اللّٰهُمَّ اور تَعَوُّدٌ اور بِسْمِ اللّٰهِ اور اَمِيْنٌ اور اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

اس کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں بسند صحیح روایت کیا۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَانَ يُخْفِي بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ - وَالْإِسْتِعَاذَةَ - وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -

ردواہ ابن ابی شیبہ (یعنی شرح ہدایہ ص ۶۱۹ جلد ۱) و نصب الرایہ ص ۱۶۹ جلد ۱

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بسم اللہ اور اعوذ اور ربنا لک
والحمد کو پوشیدہ پڑھتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

امام اور منفرد کا

سُورَةُ فَاتِحَةٍ أَوْ دِكْرِ سُورَةِ پڑھنے کے بیان میں

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَ
سَوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ
وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيَطُولُ فِي الرَّكْعَةِ
الْأُولَى مَا لَا يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي
العَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ - (متفق عليه مشكوة ص ۱۱)

ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ظہر کی دو
پہلی رکعتوں میں الحمد شریف اور دو سورتیں۔ اور اخیر کی دو رکعتوں میں
الحمد شریف اور سنتے ہم کو آیت کبھی اور لمبا کرتے پہلی رکعت کو اتنا کہ

نہ لہا کرتے دوسری رکعت میں۔ اور اسی طرح نماز عصر میں اور اسی
 طرح نماز صبح میں۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امامت کی حالت
 میں پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھا کرتے
 تھے۔

ابو داؤد ص ۳۲۱ میں حدیث مسی فی الصلوة میں آیا ہے کہ حضور نے اس
 کو فرمایا:-

إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبَّرْتَ ثُمَّ اقْرَأْ بِأَمِّ الْقُرْآنِ
 وَبِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَقْرَأَ الْحَدِيثَ۔

یعنی جب تو نماز کا ارادہ کرے اور قبلہ کی طرف منہ کرے تو تکبیر کہہ۔ پھر
 الحمد شریف پڑھ اور جو چاہے اللہ۔ یہ کہ پڑھے تو الی آخرم۔

یہ شخص چونکہ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کو بھی الحمد شریف اور اس کے ساتھ کچھ
 سورتیں پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ امام اور منفرد کو الحمد اور سورت
 پڑھنی چاہیے۔

امام محمد اپنے موطا ص ۱۶ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں:

أَنَّكَ كَانَ إِذَا صَلَّى وَحَدَّكَ يَقْرَأُ فِي الْأَرْبَعِ جَمِيعًا مِنَ
 الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ
 سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَ أَحْيَانًا يَقْرَأُ بِالسُّورَتَيْنِ
 أَوِ الثَّلَاثِ فِي صَلَاةِ الْفَرِيضَةِ فِي الرُّكْعَةِ الْوَاحِدَةِ

وَيَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ كَذَلِكَ بِأَمْرِ
الْقُرْآنِ وَ سُورَةُ سُورَةٌ -

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اکیلے نماز پڑھتے، تو چاروں
رکعتوں میں ظہر اور عصر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورت قرآن
سے پڑھتے۔ اور کبھی دو یا تین سورتیں ایک رکعت نماز فریضہ میں
پڑھتے اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں اسی طرح پڑھتے۔ الحمد اور سورت۔ انہی۔

وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ
يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ
تُصَلِّي وَحْدَهُ - (الوداؤد) ص ۳۳

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز رکامل، نہیں جو الحمد اور کچھ اوپر نہ
پڑھے۔ سفیان بن عیینہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ
یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ واللہ اعلم!

قرأت خلف الامام کے بیان میں

مقتدی امام کے پیچھے نہ فاتحہ پڑھے نہ کوئی اور سورت۔ اس کے لیے
خاموش رہنے کا حکم ہے۔ وہ امام کی قرأت کی طرف کان لگائے رہے۔ اس کو سنا جائے

یاد سنا جائے۔ اس کے امام کی قرأت مقتدی کے لیے حکمی قرأت ہے۔ اللہ جل شانہ
قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
جب قرآن مجید تمہارے سنانے کے لیے پڑھا جاوے تو اس کی
طرف کان لگاؤ اور چپ رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

لَمَّا ذَكَرَ تَعَالَى أَنَّ الْقُرْآنَ بَصَائِرٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَ
رَحْمَةً أَمَرَ تَعَالَى بِالْإِنْصَاتِ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ إِعْظَامًا
لَهُ وَإِحْتِرَامًا لِأَنَّ كَمَا يَعْتَمِدُهُ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمُشْرِكُونَ
فِي قَوْلِهِمْ لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ
الْآيَةُ وَلَكِنْ يَتَأَكَّدُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ
إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ كَمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ
مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُوتَرَ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ
فَأَنْصِتُوا وَكَذَا رَوَاهُ أَهْلُ السُّنَنِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَيْضًا وَصَحِيحِهِ مُسْلِمٌ بْنُ الْحَجَّاجِ أَيْضًا
وَلَمْ يَخْرُجْ فِي كِتَابِهِ - انتهى -

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ قرآن شریف لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تو قرآن مجید کی عزت اور تعظیم کے لیے اس کی تلاوت کے وقت چپ رہنے کا حکم فرمایا۔ نہ جیسا کہ کفار قریش اور مشرکین کا توں تھا کہ قرآن کو نہ سنا اور اس میں بک بک کرو۔ لیکن یہ حکم یعنی قرآن کی طرف کان لگانا اور چپ رہنا فرض نماز میں جبکہ امام جہر کرتا ہو، مؤکد ہے۔ جیسے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ جب وہ پڑھے (قرآن) تو تم چپ رہو۔ اسی طرح اہل سنن نے اس حدیث کو بروایت ابی ہریرہ بھی روایت کیا ہے۔ اور اس کو یعنی حدیث ابی ہریرہ کو جس میں وَإِذَا قُرءَ فَاَنْصِتُوا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں صحیح کہا ہے۔ لیکن حدیث ابو ہریرہ کو اس نے اپنی صحیح میں اخراج نہیں کیا۔ انتہی۔

علامہ ابن کثیر نے کس زور سے اس آیت کو نماز کے واسطے ثابت کیا ہے۔ اب صحابہ و تابعین سے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایتیں سنو تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس آیت میں اہل اسلام خصوصاً مقتدی مخاطب ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي

الصَّلَاةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَالْآيَةُ الْآخِرَى أُمِرُوا بِالْإِنْصَاتِ. (ابن کثیر)
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے جب یہ آیت وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ اور دوسری آیت نازل ہوئی تو نمازیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

اس اثر سے ثابت ہوا کہ آیت میں مسلمانوں کو خطاب ہے نہ کافروں کو۔ دوسرا حکم استماع و انصات شامل ہوگا۔ باتوں کو۔ اور پڑھنے کو اور شور و غیرہ کو۔ کیونکہ چپ رہنے سے نہ باتوں کی اجازت ہوگی نہ شور کی نہ کچھ پڑھنے کی کیونکہ پڑھنا منافی ہے استماع و انصات کا۔

عن بشیر بن جابر قال قال صلی ابن مسعود فسمع ناساً یقرءون مع الإمام فلما انصرف قال أما ان لکم ان تفہموا أما ان لکم ان تعقلوا و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا کما امرکم اللہ۔

بشیر بن جابر سے روایت ہے کہ اس نے نماز پڑھی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو سنا لوگوں کو پڑھتے ہیں ساتھ امام کے پس جب فارغ ہوا تو فرمایا۔ کیا نہیں وقت آیا واسطے تمہارے یہ کہ سمجھو۔ کیا نہیں وقت آیا واسطے تمہارے یہ کہ عقل کرو۔ جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگاؤ اور چپ رہو۔ جیسے کہ امر کیلئے تم کو

اللہ تعالیٰ نے۔ (ابن کثیر)

اس حدیث کو ابن جریر نے اور ابوالشیخ اور بیہقی اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آیت میں مسلمان خصوصاً مقتدی مخاطب ہیں۔ کافر نہیں۔

اخرج ابن ابی شیبۃ والطبرانی والبیہقی عن ابن مسعود
قَالَ فِي الْقِرَاتِ خَلَفَ الْإِمَامِ انْصَتَ لِلْقُرْآنِ كَمَا أُمِرْتَ
فَإِنَّ لِلصَّلَاةِ شُغْلًا وَسَيَكْفِيكَ ذَلِكَ الْإِمَامُ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرأت خلف الامام کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ خاموش رہو قرآن کے لیے جیسے کہ تم کو حکم دیا گیا۔ پس تحقیق نماز میں ایک شغل ہے۔ اور بے شک کفایت کریگا۔
نہجہ کو قرأت کی طرف سے امام۔

عبداللہ بن مسعود کے اس ارشاد سے بھی ثابت ہوا۔ کہ آیت مذکورہ در بارہ مما نعت قرأت خلف الامام ہے۔

عن الزهري قال نزلت هذه الآية في فتى من
الأنصار كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
كلما قرء شيئاً قرءه فنزلت و إذا قرئ القرآن
فاستمعوا له وأنصتوا۔ (ابن کثیر)

بیہقی و ابن جریر نے حضرت زہری سے روایت کیا ہے۔ کہا انہوں

نے یہ آیت ایک انصاری کے حق میں نازل ہوئی۔ تھے رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے کچھ تو پڑھتا وہ اسکو۔ تو نازل ہوئی آیت۔

جب پڑھا جاوے قرآن تو اس کی طرف کان لگاؤ اور چپ رہو۔

زہری ایک جلیل القدر تابعی ہوا ہے جس نے صحابہ کرام کو دیکھا جو حدیث لاصلوٰۃ
کا راوی ہے۔ وہ بھی اس آیت کو ممانعتِ قرأت خلف الامام کے متعلق فرماتا ہے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی الایة قوله وَاِذَا
قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ
تُرْتَدُّوا عَلٰی الْاَفْئِدَةِ (ابن کثیر)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قول
اللہ جل شانہ کا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ نِازِمُفْرُوْصِنَهٗ مِیْنِ سَمْعِنَهٗ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ قَوْمٌ خَلْفَهُ فَخَلَطُوا
عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ فَهَذَا فِي الْمَكْتُوبَةِ اخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ
وَابْنُ مَرْدَوَيْةٍ - (امام الکلام) تفسیر کبیر۔

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا اس نے نماز پڑھی
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس پڑھا ایک قوم نے پیچھے ان
کے تو خلط کیا انہوں نے اس پر۔ تو نازل ہوئی یہ آیت۔ پس یہ آیت
فرضی نماز میں ہے۔

عن عطاء قال سألت ابن عباس عن قوله وَاذَا قُرِئَ
الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ هَذَا لِكُلِّ قَارِئٍ قَالٌ لَا وَلَكِنْ

فِي الصَّلَاةِ - (بیہقی) امام الکلام

عطاء تابعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے آیت و
اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ ہر ایک پڑھنے والے
کے متعلق ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نہیں لیکن یہ نماز میں ہے۔

نواب عدیق حسن بھی فتح البیان میں لکھتا ہے قال ابن عباس یعنی فی الصَّلَاةِ
المفروضة - کہا ابن عباس نے یہ آیت نماز مفروضہ میں ہے۔

دیکھو حضرت عبد اللہ ابن عباس جن کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے دعا فرمائی تھی۔ وہ بھی اس آیت کو دربارہ مومنوں بلکہ دربارہ نماز اس کا نزول
بیان فرماتے ہیں۔

عن محمد بن كعب القرظي قال كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ فِي الصَّلَاةِ أَجَابَهُ مِنْ دَرَاهُةٍ
إِذَا قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالُوا مِثْلَ ذَلِكَ
حَتَّى تَنْقُضِيَ الْفَاتِحَةَ وَالسُّورَةَ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللَّهُ
أَنْ يَلْبِثَ ثُمَّ نَزَلَتْ وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا
لَهُ فَقَرَّوْا وَانصتُوا - (امام الکلام)

سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے محمد بن کعب قرظی سے

روایت کی ہے۔ کہا اس نے، تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے نماز میں جواب دیتے اس کو مقتدی جب کہتے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو کہتے (مقتدی) مثل اس کی یہاں تک کہ ختم ہوتی فاتحہ اور سورت۔ پس ٹھہرے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر نازل ہوئی آیت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا اور چپ رہے مقتدی۔

أَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَبِيدٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ بَيْهَقٍ فِي سُنَنِهِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَانزَلَتْ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا۔ (امام الکلام)

عبد بن حمید و ابن ابی حاتم اور بیہقی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہا اس نے ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں پڑھا تو آیت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا نازل ہوا

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ بَيْهَقٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَابْنُ بَيْهَقٍ فِي الْقِرَاءَةِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ أَنَّهُ سُئِلَ أَكُلٌ مَنْ سَمِعَ الْقُرْآنَ وَجَبَ عَلَيْهِ الْإِسْتِمَاعُ قَالَ لَا إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا فِي قِرَاءَةِ الْإِمَامِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَاسْمَعُوا وَأَنْصِتُوا۔

بیہقی اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ و ابن مردودہ نے عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ کیا ہر وہ شخص جو سنے قرآن کو واجب ہوتا ہے اس پر کان لگانا۔ کہا عبد اللہ نے نہیں۔ یہ آیت تو امام کی قرأت میں نازل ہوئی ہے جب امام پڑھے تو اس کی طرف کان لگا۔ اور چپ رہ۔ (امام الکلام) علامہ ابن کثیر بھی اپنی تفسیر میں اس کا ذکر لائے ہیں۔

أَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ وَ أَبُو الشَّيْخِ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْقِرَاءَةِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فَقَرَأَ قَرَأَ أَصْحَابُهُ فَانزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَسَكَتَ الْقَوْمُ وَقَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے یاروں کے ساتھ نماز پڑھتے اور قرأت پڑھتے تو اصحاب بھی آپ کے پیچھے پڑھتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر قوم تو چپ ہو گئی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہے۔ اس کو عبد بن حمید و ابوالشیخ و بیہقی نے روایت کیا۔

أَخْرَجَ أَبُو الشَّيْخِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِذَا قَرَأَتْ أُمَّتُهُمْ جَاءُوا بِهِمْ فِكْرَةَ اللَّهِ ذَلِكَ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ فَقَالَ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الْخ (امام الکلام)

ابن عمر سے روایت ہے کہا اس نے مجھے بنی اسرائیل جب پڑھتے امام
ان کے تو مقتدی ان کو جواب دیتے۔ یعنی وہ بھی پڑھتے تو اللہ تعالیٰ
نے اس امت کے لیے یہ کام مکروہ جانا۔ اور فرمایا۔ وَ إِذَا قُرِئَ الْحَمْدُ
اس کو ابو اشیح نے روایت کیا۔

أَخْرَجَ ابْنُ جَبْرِ وَ أَبُو الشَّيْخِ عَنْ ابْنِ زَيْدٍ فِي قَوْلِهِ
تَعَالَى فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا هَذَا إِذَا قَامَ الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ -
ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا
اس وقت ہے جب امام نماز میں کھڑا ہو۔ (امام الکلام)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایسا ہی کہا ہے سعید بن جبیر اور ضحاک اور ابراہیم نخعی
اور قتادہ اور شعبی اور سدھی اور عبد الرحمن بن زید نے کہ اس آیت سے مراد
نماز میں ہے۔

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے یہ نہیں
فرمایا کہ یہ آیت کافروں کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بلکہ صحابہ و تابعین سے یہی ثابت
ہوتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں دربارہ نماز نازل ہوئی لہذا جناب رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو صحیح مسلم کے ص ۱۴۲ جلد ۱ میں بروایت
ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آیا ہے۔

قَالَ عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا
قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلْيُؤَمِّكُمْ أَحَدُكُمْ وَإِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ

وَأَنْصِتُوا - (رواه احمد و مسلم، آئند السنن ص ۸۵)

کہا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ سکھایا ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب نماز پڑھنے لگو تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی جماعت کرادے اور جب امام پڑھے تو تم چپ رہو۔ اس کو امام احمد اور مسلم نے روایت کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری ص ۱۵۴ جز ۳ میں فرماتے ہیں۔
هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى
الْأَشْعَرِيِّ أَنْتَهَى - یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو مسلم نے حدیث ابو موسیٰ
اشعری سے اخراج کیا ہے۔

حافظ ابن حجر کی اس عبادت سے دو امر استفاد ہوئے (اول) یہ کہ حدیث ابو موسیٰ اشعری والی صحیح ہے۔ (دوم) یہ کہ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ پس جو لوگ اس حدیث کو صحیح نہیں مانتے۔ اور یہ بھی نہیں مانتے کہ مسلم نے اس کو اخراج کیا ہے۔ ان کی اس قول سے تردید ہو گئی۔ وَلِلَّهِ الْحُجْرُ پس یہ حدیث اللہ جل شانہ کے فرمان عالیشان کے مطابق ہے گویا اسی کی تفسیر ہے کیونکہ آیت میں قُرْبَىٰ صَيْغَةٌ مَجْهُولٌ ہے۔ قاری معلوم نہیں۔ اس حدیث نے اس قاری کا پتہ بتا دیا کہ وہ قاری امام ہے جس کی قرائت کے وقت مقتدیوں کو کان لگانا اور چپ رہنا واجب ہے۔ اسی واسطے امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن ص ۹۳ میں باب باندھا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

تاویل قوله عزوجل وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ الْآيَةَ۔
یعنی یہ باب اس آیت شریفیہ کی تاویل یعنی تفسیر میں ہے۔ پھر اس کے نیچے
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کی ہے کہ :

إِذَا جَعَلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَهُ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا۔

یعنی امام اس لیے بنایا گیا کہ اس کی اقتداء کی جاوے پس جب
تکبیر کہے تو تکبیر کہو۔ اور جب پڑھے تو تم چپ رہو۔ اس سے بھی
معلوم ہوا کہ یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث ابو ہریرہ کو بھی امام مسلم نے صحیح میں صحیح کہا ہے اور یہ
حدیث شاہد حید ہے۔

دارقطنی ص ۱۲۵ میں عمرو بن عامر و سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ کی روایت
لا یلبس جس سے معلوم ہوا کہ سلیمان ثمی اس روایت میں اکیلا نہیں بلکہ اصحاب
قتادہ ہیں سے سعید بن ابی عروبہ اور عمرو بن عامر بھی اس کے متابع ہیں۔ علاوہ
اس کے صحیح ابو عوانہ میں ابو عبیدہ بھی سلیمان ثمی کے متابع ہیں جس کی
سند آثار السنن صفحہ ۸۵ میں درج ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فَلَمَّا قَضَى
صَلَوَتَهُ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اقْرَءُوا
خَلْفَ إِمَامِكُمْ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ فَقَالَهَا ثَلَاثَ

مَرَاتٍ فَقَالُوا إِنَّا لَنَفَعَلُ ذَلِكَ فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا۔

(اخرجه الطحاوی ص ۱۲۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی پس جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا کیا تم پڑھتے ہو امام کے پیچھے در آنحال کہ امام پڑھتا ہے۔ اس کو تین دفعہ کہا۔ انہوں نے عرض کی کہ بے شک ہم یا رسول اللہ کرتے ہیں اسی طرح۔ یعنی پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہ کیا کرو۔ یعنی نہ پڑھا کرو۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے روایت کیا۔ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ أَمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ۔

رواه احمد بن منيع في مسنده والامام محمد في مؤطاہ۔ والطحاوی والدارقطنی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ہو واسطے اس کے امام پس قرأت امام اسی شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو احمد بن منیع نے اپنی مسند میں اور امام محمد نے اپنے مؤطا میں طحاوی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

امام محمد کتاب الآثار ص ۲۳ میں اس حدیث کو مفصل لکھتے ہیں :

محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله الانصاری قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجل خلفه يقرأ فجعل رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ينهاه عن القراءة في الصلوة فقال انتهي عن القراءة خلف نبي صلى الله عليه وسلم فتنازعا حتى ذكر ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى خلف امام فان قراءة الامام له قراءة .

جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ایک آدمی آپ کے پیچھے پڑھتا تھا تو ایک اور صحابی نے اس کو قرأت پڑھنے سے منع کیا۔ اس نے کہا۔ کیا تو مجھے منع کرتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے۔ پس ان دونوں کا آپس میں تنازعہ ہوا۔ یہاں تک کہ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ پس تحقیق قرأت امام کی اس شخص کی قرأت ہے۔ یعنی

امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

یہ حدیث منع کرنے والے کی تائید میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت خلف الامام ممنوع ہے۔ اس حدیث کے آگے کتاب الآثار صفحہ ۲۳۳ میں امام محمد فرماتے ہیں۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَأْخِذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ۔ یعنی ہمارا عمل اسی پر ہے۔ اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے۔ اور موطا صفحہ ۶۲ میں بھی امام محمد نے اسی طرح لکھا ہے۔ پس معلوم کہ جو امام محمد کی طرف قرأت خلف الامام کا استحسان منسوب ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس حدیث کی سند جو حافظ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے۔ علامہ ابن حمام نے فتح القدیر میں اس طرح لکھی ہے۔

اخبرنا اسحاق الارزق ثنا سفیان وشريك عن

موسى بن ابى عائشة عن عبد الله بن شداد

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرْأَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرْأَةٌ۔

اس سند کے کل راوی ثقہ ہیں۔ اسی طرح روایت امام محمد کے کل راوی ثقہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

اخرج الطحاوی والدارقطنی عن جابر بن عبد الله عن

النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة

فلم يقرأ بقائحة الكتاب فلم يصل الا وراء الامام۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص پڑھے ایک رکعت اور نہ پڑھے الحمد شریف۔ پس اس نے نماز نہیں پڑھی (یعنی کامل) مگر امام کے پیچھے (یہ حکم نہیں) اس حدیث کو ترمذی نے موقوفاً روایت کیا۔ اور حسن صحیح فرمایا۔ اور امام طحاوی اور دارقطنی نے مرفوع کیا۔ میں کہتا ہوں۔ یحییٰ بن سلام اور اسماعیل سدی نے اس کو مرفوع روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں صدوق ہیں۔ ذیل الشدی صفحہ ۱۰۱ میں بھی یہ حدیث مرفوع آئی ہے۔ اس میں یحییٰ بن سلام نہیں۔ اسی طرح بہت سی کتاب القراءۃ میں ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظهر فجعل رجل یقرء خلفہ سبح اسم ربک الاعلیٰ فلما انصرف قال ایتکم قرء او ایتکم القاری قال رجل انا فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیہا۔ (رواہ مسلم ص ۱۴۲)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک آدمی آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے شروع ہو گیا۔ جب آپ پھرے تو فرمایا۔ کس نے پڑھا ہے۔ یا کون پڑھنے والا ہے۔ ایک آدمی بولا۔ کہ میں ہوں۔ یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ میں نے یقین کیا کہ تحقیق بعض تمہارے نے تازعہ کیا مجھ کو ساتھ اس کے۔ اس

حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث کو نسائی نے اپنے سنن کے صفحہ میں باب ترک القراءۃ خلف الامام دینارو یجھو فیہ میں ذکر کیا ہے۔ یعنی جن نمازوں میں قرأت پکار کر نہیں پڑھی جاتی۔ ان نمازوں میں قرأت خلف امام کے ترک کے باب میں اس حدیث کو لایا ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جس شخص نے آپ کے پیچھے سَبَّحِ اسْتَوْرَبْکَ پڑھا۔ آپ نے اس پر انکار ظاہر فرمایا۔ اور یہ نہیں کہ اس نے جہر پڑھا تھا، تو آپ نے جہر پر انکار ظاہر کیا۔ جیسے کہ بعض شارحین نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ جس نماز میں خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ پڑھتے ہیں۔ اس نماز میں ایک صحابی کس طرح جہر پڑھ سکتا تھا پھر اگر جہر پڑھا ہوتا تو حضور یہ فرماتے کہ کس نے اونچی پڑھا ہے۔ یا اونچی پڑھنے والا کون ہے۔ اس طرح تو آپ نے نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا ایتکم قرأ کس نے پڑھا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اس نے جہر نہیں پڑھا۔ ورنہ اس سوال کے جواب میں سارے صحابی کہتے کہ ہم سب نے پڑھا ہے۔ نہیں بلکہ ایک نے عرض کیا کہ میں نے پڑھا ہے تو معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے ستری نمازوں میں بھی قرأت نہیں تھی۔ اسی لیے آپ نے پڑھنے والے پر انکار کیا۔

اور اسی حدیث کو دارقطنی صفحہ ۱۲۴ میں لایا ہے۔ اور اس کے اخیر میں ہے فَهَاهُنَّ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ - یعنی پس منع کیا ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے اور یہ سمجھنا کہ سورت

پڑھنے سے منازعت واقع ہوتی ہے۔ الحمد سے نہیں ایز بردستی اور
تعصب ہے۔

عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال كانوا یقرؤن
خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم
علی القراءۃ - رواہ الطحاوی^{۳۸} والطبرانی والبزار واسنادہ
حسن - (آثار السنن ص ۸۷)

ابوالاحوص روایت کرتے ہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اس
نے تمھے (صحابی) پڑھتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے۔ پس
فرمایا آپ نے کہ خلط کر دی تم نے مجھ پر قرأت۔ اس کو طحاوی اور
طبرانی نے روایت کیا۔ سندہ جید جوہر التقی ص ۱۵۵

عن ابن عمر قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ
قراءۃ الامام و اذا صلی وحده فلیقرء قال و کان
عبد اللہ لا یقرأ خلف الامام - (رواہ مالک فی الموطا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب مناز
پڑھے کوئی تمہارا امام کے پیچھے تو کافی ہے اس کو قرأت امام کی۔
اور جب پڑھے اکیلا تو چاہیے کہ پڑھے۔ کہا نافع نے عبداللہ امام
کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ اس کو مالک نے موطاء میں
روایت کیا۔

عن ابن اکیمة قال سمعت ابا هريرة يقول صلى النبي
صلى الله عليه وسلم باصحابه صلوةً نظنَّ انها الصبح
فقال هل قرء منكم احدٌ قال رجل انا قال ابي اقول
مادى انازع القرآن - (رداه ابن ماجه)

ابن اکیمة فرماتے ہیں۔ میں نے ابو ہریرہ کو سنا۔ کہتے تھے کہ نماز
پڑھائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک
نماز۔ ہم گمان کرتے ہیں کہ وہ صبح تھی۔ پس کہا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے، کیا پڑھا ہے تم میں سے کسی نے، کہا ایک مرد نے
ریا رسول اللہ میں نے پڑھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں کہتا تھا
کیا ہو مجھ کو چھینا جاتا ہے مجھ سے کلام اللہ۔ اس کو ابن ماجہ نے
بسنید صحیح روایت کیا۔

امام مالک نے اس حدیث کے آگے قول زہری یا قول ابو ہریرہ بھی روایت کیا
ہے۔ وہ یہ کہ موقوف کیا لوگوں نے قرأت کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نماز چہری میں جب سے یہ سنی آپ سے۔ میں کہتا ہوں منازعت ہر
صورت میں پائی جاتی ہے۔ مقتدی اونچی پڑھے یا آہستہ۔ جیسے کہ علامہ زرقانی
نے اس کی شرح صفحہ ۱۶۱ میں بیان کیا ہے۔ اس حدیث کی تفصیل میں نے
شمس الحق میں بیان کی ہے۔ جو چاہے۔ وہاں دیکھے۔

عن عبد الله بن مقسور انه سأل عبد الله بن عمر

و زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ فقالوا لا یقرء خلف
الإمام فی شئی من الصلوات - (رواہ الطحاوی)

عبد اللہ بن مقسم نے عبد اللہ بن عمر و زید بن حارث و جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہم صحابوں سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے
کسی نماز میں قرأت نہ کی جائے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

عن عطاء بن یسار أنه سئل زید بن ثابت عن القراءة
مع الإمام فقال لا قراءة مع الإمام فی شئی (رواہ مسلم) فی باب سجود التلاوة
عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ اس نے زید بن ثابت رضی اللہ
عنه کو قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا
کہ کوئی قرأت نہیں ساتھ امام کے کسی شے میں۔ یعنی کسی نماز میں امام
کے ساتھ قرأت نہیں۔ اس کو مسلم نے باب سجود التلاوة میں روایت
کیا ہے۔

عن ابی وائل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال
انصب للقراءة فان فی الصلوة شغلاً و
سیکفیک ذالک الامام - (رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح و
عبدالرزاق و الطبرانی و ابن ابی شیبہ - عمدۃ القاری ص ۶)
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاموش
رہو واسطے قرأت کے پس تحقیق نماز میں شغل ہے اور بے شک

کفایت کریگا تجھ کو قرأت کی طرف سے امام۔ اس کو طحاوی نے بسند صحیح صفحہ ۱۲۹ میں روایت کیا۔

وعن علقمة عن ابن مسعود رضى الله عنه قال
لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلْتَمِعًا فَوْهًا شُرَابًا.
(رواة الطحاوی ص ۱۲۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھرا جاوے۔ اس کو امام طحاوی نے بسند حسن روایت کیا۔

وَعَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ أَقْرَبِ الْإِمَامِ بَيْنَ يَدَيْ فَقَالَ لَا - (رواه الطحاوی)
ابو حمزہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
عندہ سے پوچھا کہ کیا میں پڑھوں۔ اور امام میرے آگے ہو۔ فرمایا نہ۔
اس کو طحاوی نے ص ۱۲۹ میں روایت کیا۔

وعن كثير بن مره عن ابي الدرداء قال قام رجل
فقال يا رسول الله افي كل صلوة قران قال نعم
فقال رجل من القوم وجب هذا فقال ابو
الدرداء يا كثير وانا الى جنبه لا ارى الامام
اذا ام القوم الا قد كفاهم.

(رواة الدارقطني ص ۱۲۹ والطحاوی ص ۱۲۹)

ابو درود فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے عرض کی کہ۔
یا رسول اللہ! کیا ہر نماز میں قرآن ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ تو قوم میں سے
ایک شخص نے کہا۔ یہ واجب ہو گیا۔ تو ابو درود نے فرمایا۔ اے
کثیر اور میں اس کے پہلو میں تھا۔ میں نہیں دیکھتا امام کو جب وہ
کسی قوم کی امامت کرائے مگر تحقق کفایت کرے یگانہ کو۔ اس کو
دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا۔

اس حدیث سے دو امر استفادہ ہوئے۔ ایک یہ کہ حضرت ابو درود صحابی امام
کی قرأت مقتدیوں کے لیے کافی فرماتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ جس طرح *فِي كَلِّ
صَلْوَةِ قُرْآنٍ* کا مطلب ابو درود رضی اللہ عنہ نے یہی لیا ہے کہ مقتدی
کے واسطے امام کی قرأت ہے۔ اگر یہ لفظ ان کے نزدیک اپنے حقیقی معنوں
سے مقتدی کو بھی شامل ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ امام کی قرأت کافی ہے۔
اسی طرح دوسری عام روایات بھی مقتدی کو شامل نہیں۔ اگر شامل بھی
سمجھی جاویں تو مقتدی حکماً قاری ہوگا۔

فاهه فانہ من منزلة الاقدام۔

قال علی رضی اللہ عنہ من قرء خلف الامام

فلیس علی الفطرة۔ (رواہ الطحاوی ص ۱۲۹ والدارقطنی)

وابن ابی شیبہ۔ (یعنی ص ۹۷)

اس کو عبد الرزاق نے بھی روایت کیا (قالہ ابن الہمام) یعنی جو شخص

پڑھے پیچھے امام کے پس نہیں وہ فطرت پر۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔
 اخرج الامام محمد في مؤطاہ عن ابن عمر قال من صلی
 خلف الامام كفته قرأته۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جو شخص امام کے
 پیچھے نماز پڑھے۔ اس کو امام کی قرأت کافی ہوگی۔ اس کو امام محمد نے
 مؤطا ص ۹۴ میں روایت کیا۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقِرَاءِ
 خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ تَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ۔

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام
 کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے امام کی قرأت کافی ہے

یہ حدیث مؤطا محمد ص ۹۴ میں موجود ہے۔ اور سند احمد ص ۴۹ جلد ۲ میں
 بھی موجود ہے۔

وَأَخْرَجَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
 كَانَ ابْنُ عَمْرٍو لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ فَسَأَلْتُ
 الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنْ تَرَكْتُ فَقَدْ
 تَرَكَ نَاسٌ يُقْتَدُونَ بِهِ وَإِنْ قَرَأْتَ فَقَدْ قَرَأْتَ
 نَاسٌ يُقْتَدُونَ بِهِ وَكَانَ الْقَاسِمُ مِمَّنْ لَا يَقْرَأُ۔

امام محمد مؤطا ص ۹۴ میں سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

کہا سالم نہ کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ کہا اسامہ نے، میں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو اس بارہ میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر تو امام کے پیچھے پڑھنا چھوڑ دے تو بے شک چھوڑ دیا ہے اس کو (ایسے) لوگوں نے جو اقتداء کیا جاتا ہے ساتھ ان کے۔ اور اگر تو پڑھے تو بے شک پڑھا ہے اس کو ایسے لوگوں نے جو اقتداء کیا جاتا ہے ساتھ ان کے۔ کہا اسامہ نے قاسم بن محمد بن الصدیق ان لوگوں میں سے تھے جو امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

اس اثر سے حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت قاسم بن محمد کا امام کے پیچھے نہ پڑھنا ثابت ہے۔

وَ أَخْرَجَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ
مَسْعُودٍ كَانَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَفِيمَا يَجْهَرُ
فِيهِ وَفِيمَا يُخَافُ فِيهِ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ لَا فِي
الْآخِرَتَيْنِ وَ إِذَا صَلَّى وَحْدَهُ قَرَأَ فِي الْأُولَيَيْنِ
بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُورَةَ وَ لَوْ يَقْرَأُ فِي
الْآخِرَتَيْنِ شَيْئًا۔

امام محمد موطا ص ۹۶ میں علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں۔ کہا اس نے کہ تحقیق عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے

تھے پیچھے امام کے۔ نہ چہری نمازوں میں نہ ستری نمازوں میں۔ نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ پچھلی دو رکعتوں میں۔ اور جب پڑھتے اکیلے تو پڑھتے پہلی دو رکعت میں فاتحہ اور سورت۔ اور نہ پڑھتے پچھلی دو رکعتوں میں کچھ بھی (قرآن۔ ۷)۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خلف الامام نہیں پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پچھلی دو رکعتوں میں قرأت واجب نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود منفرد ہونے کی حالت میں پچھلی دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

وَ اَخْرَجَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ لَانَ اَعْصَىٰ عَلَىٰ جَمْرَةٍ
اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

امام محمد موطا ص ۹۸ میں علقمہ بن قیس تابعی سے روایت کرتے ہیں۔ کہا اس نے مجھے آگ کا چنگاڑا کھانا بہت پسند ہے اس سے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھوں۔

وَ اَخْرَجَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ قَرَأَ
خَلْفَ الْاِمَامِ رَجُلٌ اَثِمٌ۔

امام محمد موطا ص ۹۸ میں ابراہیم نخعی سے لائے ہیں۔ کہا اس نے کہ پہلے جس نے امام کے پیچھے پڑھا ہے، وہ ایک، آدمی متہم تھا۔ یعنی بدعتی۔

وَأَخْرَجَ عَنْ سَعْدٍ قَالَ وَدَوْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ
الْإِمَامِ فِي فِيهِ جَسْرَةٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں دوست رکھتا ہوں جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے۔ اس کے منہ
میں چنگاڑا ہو۔ (عمدة القاری ص ۶۶)

وَأَخْرَجَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ أَنَّ عَمْرَ بْنَ الْخَطَّابِ
قَالَ لَيْتَ فِي فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ حَبْرًا.
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آرزو ہے کہ جو شخص امام
کے پیچھے پڑھتا ہے، اس کے منہ میں پتھر ہوں۔

(موطأ محمد ص ۹۸)۔ (عینی بخاری ص ۶۶)

وَأَخْرَجَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص
امام کے پیچھے پڑھے، اس کی نماز نہیں۔ (موطأ ص ۱۰۰)

عَنْ وَائِلِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ سُوَيْدَ بْنَ عَقْلَةَ
أَقْرَبُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ لَا.

(أخرج ابن شعبة في مصنفه)

وائیل بن قیس فرماتے ہیں۔ میں نے سوید بن عقلہ (تابعی یا صحابی)

سے پوچھا کہ کیا میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت پڑھوں تو
 انہوں نے فرمایا کہ نہ۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار السنن ص ۹)

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سَأَلْتُه
 عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ لَيْسَ خَلْفَ الْإِمَامِ
 قِرَاءَةٌ - (رداء ابن ابی شیبہ)

ابو بشر کہتے ہیں۔ میں نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے قرأت
 خلف الامام کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے
 کوئی قرأت نہیں۔ (آثار السنن ص ۹)

عن قتادة عن ابن المسيب قال انصبت للإمام
 اخوجه ابن ابی شیبہ -

کہا سعید بن مسیب رحمۃ اللہ نے خاموش رہ واسطے امام کے۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار السنن ص ۹)

وَأَخْرَجَ عَنْ مُحَمَّدٍ (ابن سیرین) قَالَ لَا أَعْلَمُ
 الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ مِنَ السُّنَّةِ

ابو بکر بن ابی شیبہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ سے روایت کیا۔
 کہا اس نے میں نہیں جانتا قرأت خلف الامام کو سنت سے۔
 (آثار السنن ص ۹)

وَأَخْرَجَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَالَ الْأَسْوَدُ لَوْنِ أَعْضَى

جَمْرَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ
أَعْلَمُ أَنَّهُ يَقْرَأُ.

کہا اسود نے البتہ چنگاڑا آگ کا کھانا مجھے بہت پسند ہے۔ اس
سے کہ میں امام کے پیچھے پڑھوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ (امام)
پڑھتا ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار ص ۹)

دوسری سند سے ابو بکر بن ابی شیبہ اسی اسود بن یزید رحمہ اللہ سے اس طرح
لائے ہیں۔ کہا اس نے وددت ان الذی یقرء خلف الامام ملافاہ
ترا با۔ میں دوست رکھتا ہوں جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے، اس کا منہ مٹی
سے پڑ کیا جاوے۔ (آثار ص ۹)

وَ اَخْرَجَ عَنْ مَالِكِ بْنِ عِمَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ لَا أَدْرِي
كَمْ نَجَلٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ كَلَّهُمْ. يَقُولُونَ
لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ مَيْمُونٍ.
ابن ابی شیبہ مالک بن عمارہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے
میں نہیں جانتا کہ کتنے آدمیوں کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
کے یاروں سے میں نے پوچھا۔ سب یہی کہتے تھے۔ کہ امام کے
پیچھے نہ پڑھا جاوے۔ ان میں سے عمر بن مایمون ہے۔

(آثار السنن ص ۹)

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم

قَالَ يَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ خَائِفًا، أَوْ قِرَاءَةً. (رواه الدرر القلبيہ ص ۱۲۶)

ابن عباس سے روایت ہے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تجھے کافی ہے امام کا پڑھنا۔ پوشیدہ پڑھے یا اونچی پڑھے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔

عن موسى بن عتبة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم و آبا بكر و عمر و عثمان كانوا يقرأون عن النبي خلت الإمام.

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان قرأتِ حلفِ الامام سے منع فرمایا کرتے تھے اس کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا۔

(عمدة القاری ص ۶)

عن عبد الله بن زيد بن اسلم عن ابيه قال كان عشرة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأون عن النبي خلت الإمام أشد النهي ابوبكر الصديق و عمر الفاروق و عثمان بن عفان و علي بن ابي طالب عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابي وقاص و عبد الله بن مسعود و زيد بن ثابت و عبد الله بن عمرو

عبد اللہ بن عباس رضی عنہم - فکرة الشيخ
 الامام عبد الله بن يعقوب الحارثي السيد
 موفى في كتاب كشف الاسرار - عمدة القاري شرح صحيح بخاری ص ۶۶
 زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم قرأت خلف الامام سے سخت منع فرمایا
 کرتے تھے۔ ابو بکر صدیق - عمر و عثمان و علی و عبد الرحمن بن
 عوف و سعد بن ابی وقاص و ابن مسعود و زید بن ثابت و
 عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم
 عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر
 كانوا لا يقرآن خلف الامام اخرج عبد الرزاق -
 جوہر النقی ص ۱۵۵ میں ابن زکوان سے روایت ہے کہ حضرت
 زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت
 نہیں پڑھتے تھے۔ اس کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں
 میں روایت کیا ہے۔

وروی ایضاً عن زید بن اسلم ان ابن عمر کان یبھی
 عن القراءۃ خلف الامام۔

زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قرأت
 خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اس کو بھی عبد الرزاق نے

روایت کیا ہے۔ (جوہر النقی ص ۱۵۵)

دارقطنی ص ۱۲۵ میں شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ کہا شعبی نے :
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا قِرَاءَةَ سَلَتْ

الْأَدَامَ -

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت
 نہیں کہا دارقطنی نے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

کہا شیخ عبدالحی نے غیث الفہام ص ۱۰۸ میں کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ
 میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے بعد اس کے کہ ادا کیا آپ نے نماز کو۔

مَنْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَتَدْرَأُ
 رَأْيَتُهُ يُخَالِجُنِي الشَّرَّانَ مَنْ صَلَّى مِنْكُمْ حَلَفَ
 إِمَامٍ فَقِرَّتْ لَهُ قِرَاتُهُ -

یعنی میرے پیچھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کس نے پڑھا
 ہے۔ پس تحقیق دیکھا میں نے اس کو تازہ کرنا ہے مجھ کو قرآن
 میں جو شخص نماز پڑھے تم میں سے امام کے پیچھے۔ پس پڑھنا امام
 کا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

و اخرج البيهقي ايضاً عن ابن عباس سرفوعاً
 من كان له إمامٌ فلا يقرؤن معه فإن قراته له

قِرَاءَةٌ

یعنی فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ہو واسطے اس کے امام پس نہ پڑھے ساتھ امام کے پس تحقیق پڑھنا اس کا واسطے اس کے پڑھنا ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

وَ اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا لَا قِرَاءَةَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں ہے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا۔

وَ اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ جَابِرِ مَرْفُوعًا لَا يَفْتَرُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ السَّلَوَاتِ۔

امام طحاوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ پڑھو امام کے پیچھے کسی شے میں نمازوں میں سے۔

وَ اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْقِرَاءَةِ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو مَرْفُوعًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ بِيَهَقِي كِتَابِ الْقِرَاءَاتِ فِي حَضْرَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ سَعْدٍ رَوَيْتَ كَرْتِي هِي كَمَا رَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ابْنَ عَمْرٍو رَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ السَّلَوَاتِ۔

کرنے سے منع فرمایا ہے۔

و بطریق اخر عنه سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا يُقْرَأُ۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت خلف الامام سے
پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نہ پڑھا جاوے۔

و اخرج البيهقي ايضا عن ابى سعيد بن الخدرى
رضى الله عنه سألت رسول الله صلى الله عليه
وسلم عن الرجل خلف الإمام لا يقرأ شيئاً
أيجزيه قال نعم۔

یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے حق میں دریافت کیا جو امام
کے پیچھے کچھ نہ پڑھے۔ کیا اس کو کفایت کرتا ہے۔ فرمایا ہاں۔
اس کو بیہقی نے روایت کیا۔

و اخرج ايضا عن عمر قال صلى رسول الله صلى الله
عليه وسلم يوماً صلوة الظهر فقرأ رجلاً
من الناس في نفسه فقال هل قرأ معي أحد
منكم قاله ثلاثاً فقال الرجل نعم يا رسول
الله انا كنت أقرأ فقال أقول مالي أنا زرع

الْقُرْآنُ أَمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ قِرَاءَةً إِمَامِهِ إِنَّمَا جُعِلَ
الْإِمَامُ لِيُوتَرَ بِهِ فَإِذَا قرءَ فَانصتوا۔

بیہقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا انہوں
نے نماز پڑھی ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
ظہر کی تو پڑھا ایک آدمی نے اپنے جی میں۔ تو فرمایا۔ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کیا پڑھا ہے میرے ساتھ کسی نے تم میں
سے۔ یہ تین بار فرمایا۔ تو ایک شخص بولا۔ ہاں یا رسول اللہ!
میں پڑھتا تھا تو فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں کہتا
ہوں۔ کیا ہوا مجھے کہ چھینا جاتا ہے مجھ سے قرآن۔ کیا نہیں
کفایت کرتا تم کو پڑھنا اپنے امام کا سوائے اس کے نہیں
امام اس لیے بنایا گیا کہ اقتدا کیا جاوے ساتھ اس کے۔ پس
جب وہ پڑھے تو تم چپ رہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز سترہ میں بھی جب رہنے کا حکم ہے۔ اور یہ
بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے خلف امام پڑھا تھا، اس نے اپنے جی میں
پڑھا تھا تو سترہ نمازوں میں بھی امام کے پیچھے اپنے جی میں پڑھنا بھی منع ہوا۔

واخرج البيهقي في كتاب القِرَاءَةِ وَالْحَاكِمُ فِي تَارِيخِهِ
عَنْ بِلَالٍ أَمْرِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

بیہقی نے کتاب القراءت میں اور حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہا اس نے امر کیا مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نہ پڑھوں میں امام کے پیچھے۔
 وَاخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا كُلَّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ إِلَّا صَلَاةٌ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نماز میں الحمد نہ پڑھا جائے وہ ناقض ہے مگر نماز امام کے پیچھے۔

وَاخْرَجَ اَيْضًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا كُلَّ صَلَاةٍ لَا يُشْرَأُ فِيهَا بِتِلْكَ الْكِتَابِ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں الحمد نہ پڑھا جاوے وہ نماز نہیں مگر امام کے پیچھے۔
 وَ اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اسْلَمٍ مَرْسُلاً نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

زید بن اسلم سے مرسل روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا۔

رغیث الغمام من اللشیخ عبدالحی

اخرج دارقطنی فی سنة عن الحجاج بن ارطاه عن قتاده عن زراة عن عمران بن حصین قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس ورجل یقرء خلفہ فلما فرغ قال من الذی یخالیجنی سورة کذا فنہا هو عن القراءۃ خلف الامام۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ اور ایک آدمی آپ کے پیچھے پڑھتا تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کون ہے جو مجھے فلاں سورت میں تنازع کرتا ہے۔ پس آپ نے مقتدیوں کو قرأت خلف الامام سے منع فرمایا۔ (دارقطنی)

اخرج البخاری فی صحیحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قرء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما امر و سکت فیما امر و ما کان ربک نسیاً۔

کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ پڑھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں میں کہ امر کیے گئے اور خاموش رہے ان نمازوں میں کہ امر کیے گئے اور نہیں ہے تیرا رب بھولنے والا

اس کو امام بخاری نے روایت کیا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نمازوں میں خدا کے حکم سے پڑھا اور بعض میں سکوت فرمایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی نماز ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ نمازی یا منفرد ہو گا یا امام یا مقتدی۔ پس امامت اور انفرادی حالت میں تو آپ کا پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن اقتداء کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت پڑھنا ثابت نہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہی مقتدی کی نماز ہے جس میں آپ چپ رہنے کے لیے مامور تھے۔

مسند احمد صفحہ ۲۱۸ جلد ۱ میں اسی حدیث کے آگے یہ لفظ ہیں۔
 فَقِيلَ لَهُ لَعَلَّه كَانَ يَقْرَأُ فِي نَفْسِهِ فَغَضِبَ
 ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَالَ أَيُّهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کسی نے کہا کہ شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہوں اپنے جی میں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کیا تمہمت لگائے جاتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسند احمد کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سکت فیما امر کے معنی جو بعض محدثین نے عدم جہر کہے ہیں صحیح نہیں۔ محقق سندھی نے حاشیہ بخاری میں اس کے معنی ترک قرأت کو ہی ترجیح دی ہے۔ ہاں جس جگہ جہر کا مقابلہ ہو وہاں سکت کے معنی عدم جہر ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہاں تو قرآن کے مقابلہ میں سکت واقع ہوا ہے۔ پس یہاں عدم جہر مراد لینا صحیح نہیں۔
واللہ اعلم۔

اخرج ابن ماجه عن ابن عباس في حديث طويل
قال ابن عباس فَاخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ
أَبُوبَكْرٍ۔

اور وار قطنی کا لفظ یوں آیا ہے۔

فقرء من المكان الذي انتهى ابوبكر من السورة۔
ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں جو نماز پڑھی۔ اس میں ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کو کچھ افاقہ ہوا اور مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ اور آپ نے اگر وہاں سے قرأت شروع کی۔ جہاں تک ابوبکر پہنچے ہوئے تھے۔ یعنی جس سورت کو حضرت ابوبکر پڑھ رہے

تھے اور جہاں تک پہنچے ہوئے تھے اس کے آگے سے پڑھنا شروع کر دیا۔

اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حسن لکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ الحمد نماز میں فرض نہیں۔ کیونکہ ابو بکر الحمد پڑھ چکے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر الحمد نہ پڑھی۔ بلکہ وہی کافی سمجھی۔ اور آگے سے سورت کو پڑھنا شروع کر دیا۔ پس اگر بغیر الحمد کے نماز صحیح نہ ہوتی۔ تو حضور ترک نہ فرماتے اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلیٰ موصلی نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز طحاوی نے شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار میں بھی روایت کیا ہے۔ کتاب معتمر ص ۲۶ میں جو مشکل الآثار کے مختصر کا اختصار ہے۔ اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے۔

فَفِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَ
قَدَّ قَرَأَ أَبُو بَكْرٍ الْفَاتِحَةَ وَبَعْضُهَا وَكَمْ يَعِدُ رَسُولُ
اللَّهِ الْفَاتِحَةَ وَلَا شَيْئًا مِنْهَا فَدَلَّ أَنَّ الْفَاتِحَةَ
بِتَرْكِهَا أَوْ تَرْكِ بَعْضِهَا لَا تَفْسُدُ بِهِ الصَّلَاةُ
فَلَا يَكُونُ قِرَاءَتُهَا شَرْطًا لِلْجَوَازِ۔ انتہی۔

اس کا خلاصہ پیچھے گزر چکا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث دو وجہ سے ترک قرأت خلف الامام کی دلیل ہے
پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے قرأت شروع کی جہاں

ابوبکر پہنچے ہوئے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع قرأت کو ترک فرمایا تو اس ترک قرأت کی اور کوئی وجہ بجز اس کے نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پڑھنا کافی سمجھا گیا۔ پس باوجودیکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے مقتدی نہ تھے تو ابوبکر کی قرأت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کافی ہوئی۔ تو جو شخص ابابکر کا مقتدی تھا۔ اس کے لیے تو بالضرور قرأت ابوبکر کافی ہو گئی تو ثابت ہو گیا کہ مقتدی کے واسطے قرأت نہیں۔ اور یہی حق ہے کیونکہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صاف ظاہر ہے کہ قرأت منصب امام کا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مُرُوا أَبَابِكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ إِنَّ أَبَابِكْرَ أَسِيفٌ
وَفِي رِوَايَةٍ رَقِيقٌ إِنْ تَقَمَّ مَقَامَكَ يَبُكُ فَلَا يَقْدِرُ
عَلَى قِرَاءَةٍ، وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ
دَمْعَهُ - وَنَحْوَ ذَلِكَ مِنَ الْفَاطِظِ الْحَدِيثِ -

یعنی حکم کرو ابابکر کو وہ نماز پڑھاٹے لوگوں کو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ابوبکر نرم دل ہیں۔ وہ اگر آپ کے مقام پر کھڑے ہوئے تو روئیں گے۔ اور قرأت نہ پڑھ سکیں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام کا منصب قرأت ہے۔ اگر مقتدی کا بھی حق ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عذیب صحیح نہ ہوتا کیونکہ مقتدی ہونے کی حالت میں بھی وہ

قاری ہوتے۔ پھر اس عذر کرنے کا کہ وہ نرم دل ہیں۔ ان سے قرأت پڑھی نہ جائے گی، کوئی معنی نہ تھا۔ حالانکہ واقعہ نماز ظہر کا ہے۔ پکار کر پڑھنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ فافہم۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ حدیث فاستتم رسول اللہ اور لفظ من حیث انتھی ابوبکر صریح ہے کہ حیب ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتدی ہوئے تو انہوں نے قرأت ترک کر دی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت کو تمام کرنا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بس کرنا اسی صورت سے متصور ہو سکتا ہے کہ صدیق اکبر تارک قرأت ہوں۔ ورنہ صدیق کی قرأت کا تمام کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہو سکتا تو معلوم ہو گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وسلم نے بحالت مقتدی ہو جانے کے قرأت ترک کر دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پورا کیا۔ تو ثابت ہوا کہ منصب قرأت کا امام کو ہے مقتدی کو نہیں۔ جب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امام رہے، قرأت پڑھتے رہے۔ جب مقتدی ہوئے چھوڑ دی۔ فثبت ما قلنا۔

یہ نماز جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھائی ہے،
فائدہ عجیبہ
 آخری نماز ہے جو آپ نے مرض موت میں مسجد میں
 امام ہو کر پڑھائی۔ پس اس میں ترک قرأت فاتحہ ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ آخر
 الامر میں ترک قرأت فاتحہ ہے پس فرضیت کے دلائل یا تو ضعیفہ ہیں، یا
 منسوخہ متروکہ ولعل الحق لا يتجاوز عما قلنا۔

سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا

امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ منفرد جب سورہ فاتحہ سے فراغت پائے۔ تو آمین کہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم ص ۱۶۶ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

وَقَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ الْمُنْفِرِدَ يُؤْمِنُ.

یعنی امت کا اجماع ہے کہ کسیلا آمین کہے۔

صحیح مسلم جلد اول ص ۱۶۶ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ آمِينَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ

آمِينَ فَوَافِقَ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

یعنی جب کہے ایک تمہارا نماز میں آمین۔ اور فرشتے آسمان میں

رکتے ہیں (آمین۔ پس موافق ہو ایک ان دونوں کی دوسری

کو اس کے اگلے گناہ سب بخشے جاتے ہیں۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری ص ۱۰۹ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

وَفِي هَذَا اللَّفْظِ فَائِدَةٌ أُخْرَى وَهِيَ إِنْ دَرَجَ الْمُنْفِرِدُ

فِيهِ وَغَيْرُ هَذَا اللَّفْظِ إِنَّمَا هُوَ فِي الْإِمَامِ وَفِي الْمَأْمُومِ

أَوْ فِيهِمَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

یعنی اس لفظ میں ایک اور فائدہ ہے۔ وہ یہ کہ اس میں منفرد بھی داخل ہو جاتا ہے اور اس لفظ کے سوا دوسری احادیث یا تو امام کے بارہ میں ہیں یا مقتدی یا دونوں کے بارہ میں۔ یعنی حدیث کا یہ لفظ اذا قال اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ اٰمِيْنٌ۔ منفرد کو بھی شامل ہے۔

امام اور مقتدی دونوں آئین کہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ - فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ آمِينَ - وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ آمِينَ - فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ عُضِلَتْ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ - (رواة احمد والنسائي والدارمي)

کہا ابو ہریرہ نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام ولا الضالین کہے تو تم آئین کہو۔ پس تحقیق فرشتے کہتے ہیں۔ آئین اور امام کہتا ہے آئین پس جو شخص کہ موافق ہو آئین اس کی ساتھ آئین فرشتوں کے بخٹے جاتے ہیں پہلے گناہ اس کے۔ اس کو احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

(نسائی ص ۹۱) (آثار السنن ص ۹۱ ج ۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام بھی آئین کہتا ہے اور مقتدی کو بھی آئین کہنے کا حکم ہے۔ اور وقت آئین کا سورہ فاتحہ کے بعد ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آئین خفیہ کہنی چاہیے۔ کیونکہ اگر آئین بلند آواز سے ہوتی تو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ امام بھی آئین کہتا ہے۔ کیونکہ امام کی آئین خود سنی جاتی۔ لیکن اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ امام بھی آئین کہتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام خفیہ کہتا ہے۔ مقتدیوں کو خبر کرنے کے لیے کہا گیا۔ کہ یہ نہ سمجھیں کہ امام آئین نہیں کہتا بلکہ امام بھی آئین کہتا ہے۔

نیز بخاری، مسلم میں یہ لفظ آیا ہے۔ - إِذَا أَقَمَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا۔
یعنی جب امام آئین کہے تو تم بھی آئین کہو۔ (آخر حدیث تک)

آئین بالسِّرِّ کا بیان

امام اعظم رحمۃ اللہ کا مذہب ہے کہ امام اور منفرد اور مقتدی سب آئین آہستہ کہیں۔ آئین بالجہر سنت نہیں۔ کسی حدیث صحیح میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدیوں کا آئین بلند آواز سے کہنا ثابت نہیں۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوں اور جو صحابہ کرام ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں، ان کا زور سے آئین کہنا اس نماز میں جس میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی ہو، ہرگز ثابت نہیں۔ من ادعی فعلیہ البیان۔ اسی طرح خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا بلند آواز سے آئین کہنا۔ یا

ان کے مقتدیوں کا اس نماز میں خلفاء اربعہ میں سے کوئی خلیفہ نماز پڑھا رہا ہو اور کچھلے مقتدیوں نے زور سے آمین کہی ہو۔ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہے تو صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرا آواز کھینچ کر آمین کہنا آیا ہے۔ جو پہلی صف کے وہ لوگ جو حضور کے متصل تھے انہوں نے سن لیا اور یہ بھی بغرض تعلیم تھا۔ جیسا کہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے۔ پھر یہ بھی امام کے لیے نہ مقتدیوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَوُّعًا وَخُفْيَةً۔ یعنی اپنے رب کو عاجزی سے اور خفیہ پکارو۔ اس آیت شریفیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل دُعا میں اخفا ہے اور ظاہر ہے کہ آمین دُعا ہے کیونکہ اس کے معنی استجب کے ہیں کہ یا اللہ قبول کر۔ تو معلوم ہوا کہ آمین میں اصل یہ ہے کہ خفیہ کہے۔

عَنْ الْحَسَنِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ
تَذَكَّرَ فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَّتَيْنِ سَكَّتَةً إِذَا
كَبَّرَ وَسَكَّتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ
وَالْأَصْنَانِيِّنَ فَحَفِظَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ
ابْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَكَانَ
فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا إِنَّ سَمُرَةَ وَتَدَّ

حَفِظًا - (رواہ البوداؤد و اعزرون) - (مشکوٰۃ ص ۷۸)

حسن فرماتے ہیں کہ سمرہ بن جندب و عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ سمرہ بن جندب نے حدیث بیان کی کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکوتوں کو یاد رکھا ہے ایک سکوت جب کہ آپ تکبیر کہتے اور ایک سکوت جب آپ قرأت غیر المعضوب علیہم و لا الضالین سے فارغ ہوتے پس یاد رکھا سمرہ نے اور عمران نے اس پر انکار کیا تو دونوں نے ابی بن کعب کی طرف لکھا۔ ابی بن کعب نے سمرہ کی تصدیق کی۔ اس حدیث کو البوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر کے بعد سکوت فرمایا کرتے تھے اور یہ سکوت ظاہر ہے کہ ثنا کے لیے تھا کہ آپ اس سکوت میں ثنا اپنے جی میں پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسرا سکوت آئین کے لیے تھا۔ اس دوسرے سکوت میں آپ آئین آہستہ فرمایا کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ آئین بالجہر نہ تھی۔ ورنہ سورۃ فاتحہ کے ختم کے بعد سکوت کی کوئی صورت نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ سکوت ثانیہ واسطے دم لینے کے لیے تھا کہ قرأت فاتحہ کے بعد ذرا دم لے لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مقتدیوں کی آئین امام کی آئین سے پہلے واقع ہو۔ کیونکہ مقتدیوں کو تو امام کے و لا الضالین ختم کرنے کے بعد آئین کہنے کا حکم ہے۔ چنانچہ

پہلی حدیث میں گزرا ہے تو اگر امام نے ولا الضالین کے بعد سکوت کیا اور مقتدیوں نے آمین کہی تو مقتدیوں کی آمین امام کی آمین سے پہلے ہو گئی حالانکہ امام سے سبقت کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے اور وہ سکتے دوسرا آمین کے لیے ہی تھا۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ عَيْرَ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ - وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ - (رواه احمد - والتزمذی و ابو داؤد والدارقطنی

والمحاكو - (آثار السنن ص ۹۶)

وائیل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور اس کی آواز پست کی۔ اس کو امام احمد اور ترمذی۔ ابو داؤد۔ حاکم۔ دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلَا بِالتَّعْوِذِ وَلَا بِآمِينَ - (رواه الطحاوی وابن جریر)

ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ اور اعوذ

اور آئین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ اس کو امام طحاوی نے روایت کیا۔

اللہ اکبر کہہ کر رکوع جانا

جب امام یا منفرد قرأت فاتحہ و قرأت سورت سے فارغ ہو تو تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ حِينَ يَرْكَعُ (الحدیث)
(متفق علیہ)

بخاری مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے بیٹے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ آخر حدیث تک۔ (مشکوٰۃ ص ۶۶)

رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنا

یہ مسئلہ بھی آج کل، معرکہ الاراء ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل یہ ہیں۔

عن جابر بن سمرة قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ حَيْلٍ شَمْسٍ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ - (صحيح مسلم ص ۱۸)

جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے اور فرمایا کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کے دم ہیں۔ نماز میں آرام کیا کرو۔

اس حدیث میں رفع یدین کی ممانعت ہے۔ پس اگر پہلے کیا کرتے تھے تو اس حدیث سے ممانعت ہو گئی۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقاہ شرح مشکوٰۃ کے جلد اول کے صفحہ ۴۹۸ میں امام صاحب علیہ الرحمۃ کے قول عدم رفع یدین کے لیے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور بخاری علیہ الرحمۃ کے اس اعتراض کا کہ یہ حدیث تشہد کے وقت سلام کے موقع میں ہے، جواب دیا ہے کہ ان الظاہر انہما حدیثان۔ کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث اور ہے اور یہ حدیث اور ہے۔ علاوہ اس کے اعتبار لفظ کا ہے جو آپ نے فرمایا۔ وہ اسکنوا ہے کہ آرام کرو نماز میں۔ گو اس کا سبب کوئی اور ہو۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال لا أصلي

بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَضْلًا وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً مَعَ تَكْبِيرِ
الْإِفْتِتَاحِ - (مشکوٰۃ)

عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھلاؤں تو آپ نے نماز پڑھی تو پہلی
بار تکبیر تحریمیہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔

اس حدیث کو ترمذی، ابو داؤد، نسائی نے روایت کیا۔ اس حدیث کو ابن حزم
نے صحیح کہا۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا اور لکھا کہ اسی کے قائل ہیں۔ بہت
اہل علم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اور تابعین۔ اور یہی
قول سفیان اور اہل کوفہ کا ہے۔ انتہی۔

اس حدیث کے روی سب ثقہ ہیں۔ علامہ ہاشم سندھی نے کشف الیدین
ص ۱۱ میں اس کی سند کو صحیح لکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں رفع یدین بجز تکبیر اول نہ تھا۔ خلفاء اربعہ رضوان
اللہ علیہم اجمعین کا ترک رفع یدین بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت کیا۔ کہا اس وقت میں نے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلی دفعہ کے سوا رفع یدین
نہ کیا۔ جوہر النقی صفحہ ۱۳۶ میں اس کی سند کو صحیح علی شرط المسلم لکھا ہے۔ اسی
طرح علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۲۹۸ میں مجاہد

سے نقل کیا ہے کہ کہا اس نے صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ
يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرِ الْأُولَى۔ کہ میں نے عبد اللہ بن عمر کے پیچھے
نماز پڑھی۔ وہ بھی پہلی دفعہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جوہر النقی ۱۳۶
میں اس کی سند کو بھی صحیح لکھا ہے۔

کہا عبد الملک نے کہ میں نے شعبی اور ابراہیم نخعی اور ابوالاسحق
سبیعی کو دیکھا۔ وہ پہلی مرتبہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے
(جوہر النقی)

عَنْ عَلِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيرِ الْأُولَى
مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِنْهَا أَحْرَجَهُ
الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ۔

کلیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں ہاتھ
اٹھاتے تھے۔ پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

علامہ ابن الترمذی نے اس کے رجال کو ثقات فرمایا۔ اسی طرح ابن حجر نے اور
علامہ زبیری نے صحیح کہا۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری
میں اس کو صحیح علی شرط مسلم لکھا ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے درایہ میں رجالہ
ثقات فرمایا ہے۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رفع یدین
نہ کرنا بسند صحیح ثابت ہو گیا۔ اور ان کا رفع یدین کرنا سند صحیح سے
بالکل ثابت نہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ابو اسحاق سبیعی کوئی سے مروی ہے۔

قَالَ كَانَ اصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِي
اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ قَالَ وَكَيْعٌ شَرٌّ لَا يَعُوْدُونَ۔

کہا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب رفع یدین نہیں
کرتے تھے مگر افتتاح کے وقت۔ اور وکیع نے شَرٌّ لَا

يَعُوْدُونَ کہا ہے۔ یعنی ایک دفعہ کر کے پھر نہیں کرتے تھے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی اگر رفع یدین کرتے تو آپ کے اصحاب بھی
کرتے۔ جب ثابت ہوا کہ اصحاب حضرت علی کے رفع یدین نہیں کرتے تھے
تو معلوم ہوا کہ حضرت علی بھی نہیں کرتے تھے۔

جو لوگ رفع یدین کی سنیت کے بقاء کے مدعی ہیں ان کو لازم ہے
کہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے بقاء سنیت ثابت ہو کیونکہ ثبوت
بقاؤ شے کو ہمیشہ مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ ثبوت شے اور ہے اور بقاء شے
اور ہے۔ قائلین رفع کے پاس جس قدر احادیث ہیں۔ سب بقاء سنیت رفع
سے ساکت ہیں۔

رکوع میں پیٹھ برابر رکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا اس نے
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يَتَخَصَّصْ

رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبَهُ وَالْكَنُّ بَيْنَ ذَلِكَ - (رواه مسلم)
 تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے، نہ بلند کرتے
 سر کو اور نہ نیچا کرتے۔ لیکن اس کے درمیان رکھتے اس کو مسلم نے
 روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۶۶)

سنن ابن ماجہ میں والبدہ بن سعید سے روایت ہے۔ کہا اس نے :-
 رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَكَانَ
 إِذَا رَكَعَ سَوَى ظَهْرِي حَتَّى لَوْ صَبَّ عَلَيْهِ الْمَاءُ
 لَأَسْتَقَرَّ -

کہ میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے پس
 جب آپ رکوع کرتے تو پیٹھ کو برابر کرتے۔ یہاں تک کہ اگر آپ
 کی پیٹھ مبارک پر پانی ڈالا جائے تو کھڑا رہے۔

رکوع میں گھنٹوں پر ہاتھ رکھنا

اور انگلیوں کو شادہ رکھنا

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَقِبَةَ بْنِ عِمْرَانَ رَكَعَ فَجَافَى
 أَيْدِيَهُ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَفَتَّحَ بَيْنَ
 أَصَابِعِهِ مِنْ وَرَاءِ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي - (رواه احمد و البوداؤد و النسائي

و اسنادہ صحیح - (انار السنن ص ۱۱۲)

عقبة بن عمر سے روایت ہے کہ اس نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو الگ کیا۔ (یعنی پہلو سے) اور رکھا ہاتھوں کو گھٹنوں پر اور انگوٹھوں کو کشادہ کیا اور فرمایا۔ اسی طرح میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس کو احمد، البوداؤد و نسائی نے بسند صحیح روایت کیا۔

رکوع میں جانے والے اللہ اکبر کہنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ سُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّمَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثَّلَاثِينَ بَعْدَ الْجُلُوسِ - (رواه الشيخان)

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اس نے کہ تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے طرف نماز کے تکبیر کہتے جب کھڑے ہوتے پھر رکوع کرنے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر رکوع سے سر اٹھانے کے وقت سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے پھر آپ اسی حالت میں کھڑے کھڑے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے پھر نیچے جانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اٹھانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ میں جانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اٹھانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر اسی طرح اپنی ساری نماز میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز ادا کرتے۔ اور جب دو رکعت کے تشهد سے اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ (آثار السنن ص ۱۱۲)

رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کا تین بار پڑھنا

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ فَقَالَ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى.

(رواه النسائي وأخرون بإسناد صحيح)

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس رکوع کیا آپ نے۔ اور

کہا رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ
 اَلَا عُلَى۔ اس کو نسائی نے بسند صحیح روایت کیا۔ (آثار السنن ص ۱۱۴)
 عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ يُسَبِّحُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثًا وَفِي
 سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ اَلَا عُلَى ثَلَاثًا۔ (رواه الطبرانی والبخاری وسناده حسن)
 ابو بکرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں
 تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھا کرتے تھے اور سجدہ میں تین بار
 سُبْحَانَ رَبِّيَ اَلَا عُلَى پڑھتے تھے، اس حدیث کو بخاری و طبرانی نے
 بسند حسن روایت کیا ہے۔ (آثار ص ۱۱۴)

عَنْ عُقَيْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ
 رَبِّكَ الْعَظِيمِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ
 اَلَا عُلَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوهَا
 فِي سُجُودِكُمْ۔ (رواه ابو داؤد ابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ ص ۷۵)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ
 رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
 اس کو رکوع میں کرو۔ یعنی اس کے مضمون کو رکوع میں ادا کیا کرو
 اور جب سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ اَلَا عُلَى نازل ہوئی۔ تو آپ کے فرمایا

کہ اس کو سجدہ میں پڑھا کرو۔ اس حدیث کو ابو داؤد۔ ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

رکوع سے سر اٹھانے کے وقت سَمِعَ اللّٰهُ کہنا

اس بارہ میں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحیحے گزر چکی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فرماتے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی کھڑے کھڑے کہتے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ عُنُقَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ دَنْبِهِ - (متفق عليه)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہے امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ - تو تم کہو اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بیشک جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہے۔ اس کے گلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ ص ۶۴)

امام منفرد تسمیع اور تحمید دونوں کے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ - (الحديث رواه البخاری - فتح الباری ص ۴۳۵)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہتے سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ کہتے اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ - (اس کو بخاری نے روایت کیا) جب یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسمیع اور تحمید کو جمع کیا تو حالتِ افراد و امامت و اقتدائینوں میں ہی سنیت جمع ثابت ہوئی۔ لیکن حالتِ اقتدار اس سے خارج ہے۔ کیونکہ مقتدی کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے۔ تو تَمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

نیز حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَرَبَهُ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا

رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ
 لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ
 فَاسْجُدُوا. (رواہ الشیخان)

یعنی امام اس لیے بنایا گیا کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر
 کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔
 جب وہ اٹھائے (سر کو) تو تم بھی اٹھاؤ۔ اور جب سَمِعَ اللَّهُ
 لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔ جب سجدہ
 کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اس کو بخاری، مسلم نے روایت کیا۔
 جب یہ معلوم ہو گیا کہ مقتدی کو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ہی کہنا چاہیے تو مقتدی
 ان دونوں میں جمع نہ کرے گا۔ امام اور منفرد دونوں کو پڑھے گا۔

قومہ جلسہ آرام سے کرنا

جب نمازی رکوع سے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتا ہوا کھڑا ہوتا
 ہے تو اس کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان جو
 آرام کیا جاتا ہے، اس کو جلسہ کہتے ہیں۔ یہ قومہ جلسہ آرام سے کرنا چاہیے۔
 جو لوگ قومہ جلسہ نہیں کرتے وہ اپنی نماز کو خراب کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةٌ الَّذِي يُسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ

قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ
 لَا يُتِمُّ رُكُوعَهَا وَلَا سَجُودَهَا وَلَا يُقِيمُ صَلَاتَهُ
 فِي الرُّكُوعِ وَلَا فِي السَّجُودِ - (رواه احمد والطبرانی)
 ابوقتادہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
 بہت بُرا لوگوں سے چوری میں وہ شخص ہے جو نماز میں چوری
 کرے۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ نماز میں چوری کس
 طرح کرتا ہے۔ فرمایا رکوع سجد پورا نہ کرے۔ اور پیٹھ اپنی کو
 رکوع سجد میں کھڑا نہ کرے یعنی برابر نہ رکھے۔ اس کو احمد اور
 طبرانی نے روایت کیا۔

(آثار السنن ص ۱۱۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد
 میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی۔ پھر آکر حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام پر سلام عرض کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کا جواب دیا
 اور فرمایا۔ اَرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَوْ تَصَلَّى - یعنی جا نماز پڑھ۔ تو نے
 نماز نہیں پڑھی۔ پھر اس نے نماز پڑھی۔ پھر آیا اور سلام کیا۔ پھر آپ نے
 سلام کے جواب نے بعد فرمایا کہ جا نماز پڑھ۔ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تین بار
 ایسا ہی ہوا تو اس نے عرض کی کہ مجھے سکھاؤ۔ (میں کس طرح نماز پڑھوں)
 آپ نے فرمایا:

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ
مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ
حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا
ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا۔

(متفق علیہ)

کہ جب نو نماز کی طرف اٹھے تو تکبیر کہہ۔ پھر پڑھ جو تجھے آسان ہو
قرآن سے۔ پھر رکوع کر۔ یہاں تک کہ حالت رکوع میں تو
اطمینان پائے۔ پھر اٹھا (سر کو) یہاں تک کہ تو برابر ہو جائے
حالت قیام میں۔ پھر سجدہ کر۔ یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں
تو اطمینان پکڑے۔ پھر اپنی ساری نمازیں ایسا ہی کر۔ اس کو
بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قومہ، جلسہ، رکوع، سجود میں اطمینان اور اعتدال
لازم ہے بغیر اس کے نماز مکروہ تحریمیہ ہوگی۔ حسن اور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے بار بار نماز اسی لیے پڑھوائی کہ کامل طور پر ادا کرے۔ اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ فاتحہ پڑھنا نماز میں فرض نہیں۔ بلکہ فرض وہی مائتہ ہے۔

اور حدیث رفاع بن رافع میں ہے۔

فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاقْرَأْ صَلَاتَكَ - ثُمَّ تَرْجِعْ
عِظَامَكَ إِلَى مَفَاصِلِهَا۔ الحدیث۔ (رواہ احمد)

یعنی جب رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی پیٹھ کو یہاں تک سیدھی کر کہ ہڈی ہڈی اپنے اپنے جوڑ میں آجائے۔

اسی طرح حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رکوع سے سر اٹھاتے تو برابر ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے مکان پر آجاتی۔ اور پیچھے گزرا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قومہ میں بحالت قیام اللہم ربنا لک الحمد پڑھتے تھے تو اتنا پڑھ کر سجدہ میں جانے سے ہر ایک ہڈی اپنے مکان میں آجاتی ہے۔

سجدہ جاتے ہوئے

پہلے گھنٹوں کا پھر ہاتھوں کا رکھنا

عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔

(رواہ الاربعۃ - وابن خزیمہ وابن حبان وابن السکن وحسنہ الترمذی)

وائیل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

امام خطاب فرماتے ہیں کہ حدیث وائل بن حجر کی حدیث ابو ہریرہ سے ثابت ہے

(منتقى ص ۶۲ و مرقاۃ ص ۵۵۲)

کو جب سجدہ کرتے اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں کے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو پہلے اٹھاتے۔ اس کو ابو داؤد - ترمذی نسائی - ابن ماجہ و ابن خزمیہ وغیرہم نے روایت کیا۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ عبدالحی نے عمدۃ الترعایہ حاشیہ شرح وقایہ کے ص ۸۳ میں اس کی سند کو قوی لکھا ہے۔ ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ حاکم نے صحیح علی شرط مسلم کہا۔ (مرقاۃ ص ۵۵)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدَ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ فِي صَلَاتِهِ أَنَّهُ خَرَّ بَعْدَ رُكُوعِهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخْرُ الْبُعَيْرُ وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ۔ (رواۃ بطحاوی ص ۱۵۱)

علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز میں یاد رکھا ہے کہ وہ رکوع کے بعد گھٹنوں پر گریے جس طرح کہ اونٹ گرتا ہے اور رکھا انہوں نے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا۔ آثار السنن میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

سجدہ میں منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان

اور ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھنا

علامہ زیلعی نسب الرایہ ص ۲۱ میں فرماتے ہیں۔

روی المسلم فی صحیحہ صدر الاول من حدیث

وَإِثْلُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فَوَضَعَ وَجْهَهُ
بَيْنَ كَفَّيْهِ -

یعنی وائل کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو
اپنا منہ مبارک اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا۔

و روی اسحاق بن راہویہ فی مسندہ باقیہ فقال

اخبرنا الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن

وائل بن حجر قال رأیتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ -

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

جب آپ نے سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر

رکھا۔ اس حدیث کو اسحاق بن راہویہ نے اپنے سند میں روایت کیا۔

امام طحاوی کے شرح معانی الآثار کے ص ۱۵ میں روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر ہوتے۔

عن وائل بن حجر قال صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ

اخرجه الطحاوی -

یعنی وائل کہتے ہیں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیچھے نماز پڑھی۔ آپ جب سجدہ کرتے تھے تو اپنا منہ اپنی دونوں

ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے تھے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔
 طحاوی کی دوسری روایت میں ہے۔ ابو اسحاق کہتے ہیں۔ میں نے برابر بن عازب
 رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو آپ
 پیشانی مبارک کہاں رکھتے۔ برار نے کہا کہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔ (رد ۱۵۱)

سجد میں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے نہ ملائے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَجِينَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ فَرَجَّحَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ
 بِيَاضَ إِبْطَيْهِ۔ (متفق عليه)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں
 ہاتھوں کو یہاں تک کشادہ کرتے کہ آپ کی بغل مبارک کی
 سفیدی نظر آجاتی۔

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ۔ (مسلم)
 براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ جب تو سجدہ کرے تو دونوں ہتھیلیوں کو (زمین پر)
 رکھ اور کہنیوں کو اونچا کر (یعنی زمین اور پہلوؤں کے ساتھ نہ ملا۔
 بلکہ اونچا اور الگ رکھ)۔

اسی طرح ابو داؤد نے روایت کیا کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَافِي
عُنْدَيْهِ عَنِ جُنْبَيْهِ - (عمدة الرعاية ص ۱۸۳)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے تو اپنے بازوؤں
کو پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے بلکہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت
میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَافِي بَيْنَ
يَدَيْهِ حَتَّىٰ لَوْ أَنَّ بَهِيمَةً أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ
مَرَّتْ - (هذا لفظ ابی داؤد)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو
رہلوؤں سے (یہاں تک دور رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ
کے ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا۔ یہ لفظ ابو
داؤد کے ہیں۔

اور صحیح مسلم میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ سجدہ کے وقت کہنیوں کو پیٹ
سے، زان سے، پہلو سے، اور زمین سے الگ رکھتے۔ پس جو لوگ اس کا
خلاف کرتے ہیں۔ اور کہنیوں کو پہلوؤں سے ضم کر کے زانوؤں پر سہارا
رکھتے ہیں۔ وہ اگر بلا عذر کرتے ہیں تو اپنی نماز خراب کرتے ہیں اور حنفیت

کو بدنام کرتے ہیں۔

سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ضم کرنا

سجدہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ نہ رکھے۔ بلکہ آپس میں ملی ہوئی رکھے۔ حدیث وائل میں ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ ضَمَّ
أَصَابِعَهُ أَخْرَجَهُ ابْنُ حَبَانَ فِي صَحِيحَةٍ۔

تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کو ضم فرماتے۔ یہ حدیث بلوغ المرام میں بھی ہے۔

سجدہ میں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنے

بخاری شریف میں حدیث ابو حمید میں آیا ہے۔

فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرَشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا
وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ۔ (فتح القدیر ص ۱۲۸)

یعنی ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہا اگر عذر ہو یا سجدہ بہت لمبا کرتے ہوئے تکلیف محسوس ہو تو اجازت ہے

صحابہ کرام نے اس تکلیف کی شکایت کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زانوؤں

پر کہنیوں کے ٹیک لگانے کی اجازت دے دی۔ دیکھو فتح الباری ص ۲۲۱ پ ۳۱۲

کی نماز پڑھ کر صحابی کو دکھائی۔ توحیب سجدہ کیا دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا۔ نہ ہاتھوں کو چھپایا اور نہ ان کو رپلوؤں کے ساتھ ملا یا اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کیا۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَ أَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَ اليَدَيْنِ وَ الرُّكْبَتَيْنِ وَ أَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَ لَوْنِ الْكُفِّ وَ الثِّيَابِ وَ الشَّعْرِ.

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور ہاتھ کے ساتھ ناک کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے پہنچوں پر اور نہ اکٹھا کریں ہم کپڑوں کو اور نہ بالوں کو۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

علامہ عبدالحی نے عمدۃ الرعا یہ ص ۱۸۳ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات اعضاء کا سجدہ کرنا فرمایا ہے۔ بمجملہ ان اعضاء کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ہیں۔ تو ان کے لیے بھی آپ نے صفتِ سجود ثابت کی۔ اور وہ بجز استقبال قبلہ ہو نہیں سکتی تو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ کے وقت قبلہ رخ کرنا چاہیے۔

سجدہ میں بازو زمین پر نہ بچھائے

بعض لوگ سجدہ کے وقت دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین پر بچھادیتے ہیں۔ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ
إِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ - (متفق علیہ)

کہ ٹھہر و سجدہ میں اور کوئی تم میں سے اپنے بازو کتے کی طرح نہ بچھائے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

سجدہ میں ٹھونگ نہ مارے

بعض لوگ سجدہ اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ مرغ یا گوا ٹھونگ مارتا ہے۔ یعنی جلدی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف ص ۶۷ میں عبد الرحمن بن شبل سے روایت ہے۔ کہا اس نے :-

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ
الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبْعِ وَأَنْ يُوْطِنَ الرَّجُلُ
الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيرُ (رواه أبو داود
ولسائى والدائى)

منع کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوسے کے ٹھونگ مارنے سے اور ورنڈے کے بچھانے سے اور اس سے کہ آدمی مسجد میں ایک مکان معین کرے جس طرح کہ اونٹ معین کر لیتا ہے اس کو ابو داؤد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يَتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سَجُودَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَوْ مِتَّ مِتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری ص ۲۲۱ - مع فتح الباری)

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجدہ کو پورا نہیں کرتا تھا جب وہ نماز پڑھ چکا تو اس کو حضرت حذیفہ نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی اور میں گمان کرتا ہوں کہ حذیفہ نے کہا اگر تو اسی طرح نماز پڑھتا ہوا، مر گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر نہیں مرے گا۔

یہاں سے بے نمازوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ کہ جب ایک شخص نماز کے بعض واجبات چھوڑنے سے صحابہ کے نزدیک اس وعید کا مستحق ہے تو جو نماز ہی نہیں پڑھتا۔ وہ اگر مر گیا تو بتاؤ کہ وہ سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر مرے گا؟ ہرگز نہیں۔

سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں لگائے

حدیث ابو حمید میں آیا ہے۔

ثُمَّ سَجَدَ فَأَمْسَكَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ -

یعنی سجدہ کیا تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر ٹھیرایا۔ (بخاری)

فتح القدیر کے ص ۱۲۴ میں بحوالہ ابو یعلیٰ و طبرانی لکھا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ أَنْفَهُ

عَلَى الْأَرْضِ مَعَ جَبْهَتِهِ -

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھا کرتے تھے۔

سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے

اس مضمون کی حدیثیں رکوع کے بیان میں گزر چکی ہیں۔ فَلَا نُعِيدُهَا

الْبَتَّةَ تِنِ تَسْبِيحِمْ كَا طَرْهَنَارِ كَوْعِ اَوْرَسِجُودِمْ كَمَا لَ اَوْدَى اَمْرْتَبِهْ هَمْ - پانچ یا

سات یا نو یا گیارہ مرتبہ پڑھے تو بہتر ہے۔ مگر امام کو مقتدیوں کی رعایت

ضروری ہے۔ ابو داؤد جلد اول کے ص ۳۳ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ

عنه سے روایت ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

رَكَعَ أَحَدِكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ
وَذَلِكَ أَدْنَاهُ - فَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى
ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَدْنَاهُ -

یعنی جب تم میں کوئی شخص (نمازیں) رکوع کرے - تو تین بار سُبْحَانَ
رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ اور جب سجدہ کرے تو
تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہے۔ اور یہ (تین بار کہنا) ادنیٰ
مرتبہ ہے۔

تو معلوم ہوا کہ زیادہ پڑھنا بہتر و مستحب ہے۔ لیکن اگر مقتدیوں کو بوجہ مرض
یا ضعف شاق ہو تو امام تین یا پانچ بار ہی پڑھے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا ہے۔

مَنْ أُمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَ
السَّقِيمَ وَ الْكَبِيرَ وَ ذَالْحَاجَةَ -

کہ جو شخص کسی قوم کی امامت کرے تو چاہیے کہ تخفیف کرے
اس لیے کہ اس کے مقتدیوں میں کوئی ضعیف کوئی بیمار یا کوئی
کسی حاجت و ضرورت والا ہوتا ہے۔

مرد سجدہ میں اپنا پیچھا اٹھانے

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ
السُّجُودَ فَسَجَدَ فَأَدْعَرَ عَلَى كَفِّهِ وَرَفَعَ عَجِيرَتَهُ

وَقَالَ هَكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ - (رواه ابو يعلى في سنده ونصب الراية زملعى ص ۲۰۰)

ابو اسحق کہتے ہیں کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ہمیں سجدہ کی ترکیب بتائی۔ آپ نے سجدہ کیا اور ہاتھوں پر ٹیک لگائی۔

اور پیچھے کو اٹھایا اور کہا کہ اس طرح کیا کرتے تھے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔

اس طرح ابوداؤد ص ۳۳۸ میں ہے۔ نووی نے خلاصہ میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (زیلعی ہدایہ ص ۲۱)

عورت سجدہ میں پہچانہ اٹھانے

علامہ عبدالحئی عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ کے ص ۸۲ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

اخرج ابوداؤد فی مراسیلہ ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم مرّ علی امرأتین تعلیان فقال إذا

سجدتّما فضما بعض اللحو الأرض و اخرج

البیهقی مرفوعا إذا سجدت المرأة الصقت

بطنها بفخاذها کاسترما یكون لها۔

یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں پر گزرے جو نماز

پڑھ رہی تھیں۔ فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے بعض اعضاء کو
زمین کے ساتھ چسپاں کرو۔ یعنی پیٹ رانوں کے ساتھ اور
ہاتھ زمین کے ساتھ چمپٹ جائیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب عورت
سجدہ کرتے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ لگائے جیسے زیادہ پردہ ہو کر کے

سجدہ میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے
اٹھتے ہوئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر
اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اور یہ حدیث
مفصل پیچھے گزری ہے۔

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ
فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ
وَحِينَ سَجَدَ وَحِينَ رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ
هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(رواه البخاری مشکوٰۃ ص ۶۹)

سعید بن حارث سے روایت ہے۔ کہا اس نے ہمیں ابو سعید خدری

نے نماز پڑھائی۔ جب اس نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اللہ اکبر اونچی کہا اور جب سجدہ کیا اور جب رکعتوں سے اٹھے (تو اللہ اکبر اونچی کہا) اور کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی دیکھا ہے اس کو بخاری نے روایت کیا۔

دو سجدوں میں بائیاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ - اخرج مسلم - (مشکوٰۃ ص ۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے اور عقبہ شیطان سے منع فرماتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

عقبہ شیطان کے معنوں میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ افشاء الکلب ہے۔ یعنی کتے کی طرح بیٹھنا جو بالاتفاق مکروہ ہے۔

اور حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ میں آیا ہے۔
 شَرُّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُنْتِنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا
 ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ

مُعْتَدِلًا ثُمَّ يُسْجُدُ - (الحديث ومشکوٰۃ ص ۶۸)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (ایک سجدہ کر کے) سر کو اٹھاتے اور
بایاں پاؤں بچھاتے اور اس پر بیٹھتے پھر برابر ہوتے یہاں تک کہ
سر ہی اپنی جگہ پر برابر ہو جاتی۔ پھر آپ (دوسرا) سجدہ کرتے۔

دونوں سجدوں کے درمیان کتنا ٹھہرے

پیچھے گزرا کہ قومی جلسہ آرام سے کرے اور ٹھونگ مارے اور حدیث
ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ میں گزرا کہ آپ دو سجدوں کے درمیان یہاں تک
ٹھہرتے کہ ہر ایک ہڈی اپنی اپنی جگہ پر آجاتی۔ پس جو لوگ سجدہ سے سر اٹھاتے ہی
پھر رکھ دیتے ہیں وہ حنفی مذہب کو بدنام کرتے ہیں۔ ہاں اس جلسہ میں رَبِّ
اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ۔ وغیرہ کا پڑھنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ البتہ
مشکوٰۃ شریف کے ص ۷۶ میں ایک حدیث اس بارہ میں ہے جس کی سند
میں کامل ابو العلاء یمنی کوئی ہے جس کو نسائی ابن جعان وغیرہ نے مجروح کہا ہے۔

دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کی وقت

پہلے سر، پھر ہاتھ، پھر زانو اٹھانے

عَنْ وَاثِلِ بْنِ حَجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ بَدْيِهِ وَإِذَا

نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ -

(رواه الاربعه وابن خزيمة - (آثار السنن ص ۱۱۱)

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ جب سجدہ کرتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ اس کو ابو داؤد و ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

سجدہ سے اٹھتے ہوئے گھٹنوں اور
رانوں پر اعتماد کرتے ہوئے اٹھے

عَنْ وَاِئِلْ بْنِ حَجْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا سَجَدَ وَقَعَتْ رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ كَفَاهُ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بَيْنَ كَفَيْهِ وَجَافًا عَنْ إِبْطَيْهِ فَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخْذَيْهِ - (رواه ابو داؤد - منتهى - ص ۶۴)

وائل فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کے گھٹنے زمین پر ہاتھوں سے پہلے پڑنے جب آپ سجدہ کرتے اپنی پیشانی کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے اور (بازوؤں کو)

بغلوں سے الگ رکھتے جب آپ اٹھتے تو گھٹنوں اور رانوں پر ٹیک لگاتے ہوئے اٹھتے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

دوسرے سجدے سے اٹھتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جاتا
یعنی بیٹھ کر نہ اٹھے

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ
عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے کنارے پر کھڑے ہوتے تھے۔

شیخ عبدالحی نے عمدۃ العرایہ ص ۸۴ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں مٹھورا ضعف ہے جو اکابر صحابہ کے عمل سے دور ہو جاتا ہے۔

عن عباس او عیاش بن سہل الساعدی انه كان في
مجلس فيه ابوه وكان من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم وفي المجلس ابو هريرة و ابو حميد
الساعدي و ابو اسيد فذكر الحديث وفيه ثم

كبر فسجد ثم كبر فقام ولقوتورك - ابا داؤد - آثار السنن ص ۱۲

یعنی عباس یا عیاش بن سہل ساعدی ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے باپ تھے جو کہ صحابی تھے اور مجلس میں ابو ہریرہ اور ابو حمید ساعدی اور ابو اسید بھی تھے۔ ان میں نماز کا تذکرہ ہوا تو ابو حمید نے کہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا تم سے زیادہ واقف ہوں پھر اس نے تکبیر کہی۔ اور دوسرا سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نہ بیٹھے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

اور طحاوی نے شرح معانی الآثار کے ص ۱۵۳ جلد اول میں بھی اس کو ذکر کیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا کہ سب مرد و عورتیں جمع ہو جاؤ۔ میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھاتا ہوں۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے نماز شروع کی۔ الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع کیا۔ پھر قومہ کیا۔

تُكَبِّرُ وَخَرُّ سَاجِدًا تُكَبِّرُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ تُوَكَّبَرُ
فَسَجَدَ تُوَكَّبَرُ فَاسْتَهَضَّ قَانِمًا - الحدیث -

(رواہ احمد و اسنادہ حسن۔ آثار السنن ص ۱۲۱)

پھر تکبیر کہی۔ اور سجدہ کرتے ہوئے گرے پھر تکبیر کہی تو سر کو اٹھایا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ یعنی جلسہ نہ کیا۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

عَنْ النُّعْمَانَ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ قَالَ أَذْرَكْتُ عَيْدًا وَاحِدًا

مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا رَفَعَ
رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فِي أَوَّلِ رُكْعَةٍ وَالثَّلَاثَةِ قَامَ كَمَا
هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ - (رواه أبو بكر بن أبي شيبة)

نعمان بن ابی عیاش کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے بہت صحابہ کو پایا جب وہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے
سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے تھے۔
بیٹھتے نہیں تھے۔ اس کو ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار) ^(۱۲)
عن عبد الرحمن بن يزيد قال رَمَقْتُ عَبْدَ اللَّهِ
بْنِ مَسْعُودٍ فِي الصَّلَاةِ فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ وَلَا يَجْلِسُ
قَالَ يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ فِي الرَّكْعَةِ
الْأُولَى وَالثَّلَاثَةِ - (رواه الطبرانی والكبير - والبيهقي في السنن الكبرى ومعه)
عبد الرحمن بن يزيد کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنه کو نماز میں دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں اٹھ کھڑے
ہوئے تھے اور بیٹھتے نہ تھے۔ اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی
نے روایت کیا۔

فتح القدیر کے ص ۱۲۶ میں ابن ابی شیبہ کی روایت میں لکھا ہے کہ عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے کناروں پر اٹھتے تھے۔ اور
نہیں بیٹھتے تھے۔

عن وهب بن ليسان قال رأيت ابن الزبير رضي الله
عنه إذا سجد السجدة الثانية قام كما هو
على صدور قدميه - (رواه ابن أبي شيبة)

وسبب کہتے ہیں میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ
دوسرا سجدہ کر لیتے تو اسی طرح قدموں پر سیدھے کھڑے ہو جاتے
اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار السنن ص ۱۲)

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ یہ طریق حضرت علی اور ابن عمر و ابن الزبیر و حضرت
حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے آیا ہے۔

اخرج عن الشعبي قال كان عمر و علي و اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهضون في
الصلوة على صدور اقدامهم.

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر و علی و دیگر اصحاب رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قدموں پر کھڑے ہو جاتے تھے
یعنی بیچ کرہیں اٹھتے تھے۔ (فتح القدیر)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں

فَقَدْ اتَّفَقَ أَكَابِرُ الصَّعَابَةِ الَّذِينَ كَانُوا أَقْرَبَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشَدَّ اقْتِفَاءً

لہ یہ حدیث مشکوٰۃ کے ص ۶۷ میں ہے۔ ۱۲۱۰

لَا تُرْمِ وَالزَّمَّ لِمُحَبَّتِهِ مِنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيثِ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ عَلَى خِلَافٍ مَا قَالَ فَوَجَبَ تَقْدِيمُهُ وَلِذَا
 كَانَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا سَمِعْتَهُ
 مِنْ قَوْلِ التِّرْمِذِيِّ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ نَهَى عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يَتَّعَمِدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ
 إِذَا نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ (رواه البوداؤد) وَفِي حَدِيثِ
 وَائِلِ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نَهَضَ اعْتَمَدَ عَلَى
 فَخْذَيْهِ وَالتَّوْفِيقُ أَوْلَى فَيَحْمَلُ مَا رَوَاهُ عَلَى
 حَالَةِ الْكِبَرِ - (فتح القدير) ص ۱۲۶

یعنی اکابر صحابہ جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ
 اقرب اور مہبت زیادہ تابعدار اور بہت زیادہ کمرہ آپ
 کی صحبت میں رہنے والے تھے۔ مالک بن حویرث سے وہ
 سب مالک کے قول جلسہ استراحت کے برخلاف متفق
 ہیں۔ اس لیے اسی کی تقدیم واجب ہوگی۔ اسی واسطے اہل
 علم کا عمل بھی اسی (عدم جلسہ استراحت) پر ہے۔ جیسے کہ ترمذی
 نے کہا۔ اور تو اس کا قول سن چکا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ
 آدمی نماز میں ہاتھوں پر ٹیک لگانا ہو اٹھے اور وائل کی حدیث

میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اٹھے تو رانوں پر
ٹیک لگا کر اٹھتے، تو احادیث میں موافقت اولیٰ ہے۔ پس
مالک بن حویرث کی روایت جس سے جلسہ استراحت
کا ثبوت ملتا ہے، حالت کبر و ضعف پر مجہول ہوگی۔

نیز بخاری شریف کے باب الایمان میں ایک طویل ہے جس میں پہلی
رکعت کے دوسرے سجدہ کر لینے کے بعد حضور نے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا

یعنی پھر تو سر کو اٹھا۔ یہاں تک کہ برابر کھڑا ہو جائے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ استراحت نماز کے حالات میں سے کوئی
حالت نہیں۔ اور یہ بھی مسلم سے کہ نماز کی حالت میں سے کوئی حالت
ایسی نہیں جس میں کوئی ورد یا وظیفہ شارع نے مقرر نہیں فرمایا۔ قیام
یکوخ۔ سجود۔ قعدہ۔ قومہ۔ جلسہ سب میں وظائف مقرر ہیں۔ اصالتاً
ہوں یا نیا بتا، لیکن اس جلسہ میں کوئی ورد نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ نماز کے
حالات مستحبہ یا مسنونہ میں سے نہیں ہے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَالْبَسْطُ فِي الْمَطَوَّلَاتِ

دوسری رکعت میں ثنا و اعوذ پڑھے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَمْ يَسْكُتْ - (مسلم)

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لیے اٹھتے تو آپ قرأت کو الحمد لله رب العالمین سے شروع فرماتے اور نہ چپ رہتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ (آثار السنن ص ۱۲۱)

معلوم ہوا کہ اٹھتے ہی الحمد پڑھنا شروع کرتے۔ ثنا اور اعوذ پڑھتے۔ علامہ عبدالحی عمدة الرعاية ص ۱۸۴ میں لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی مشہور ہے کہ آپ پہلی رکعت میں اعوذ پڑھتے تھے باقی رکعات میں اعوذ کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔

دوسری رکعت میں امام اور منفرد الحمد اور سورت بھی پڑھے

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي

الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي
 الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ - الحديث - رواه الشيخان - (آثار ص ۹۹)
 البقاعہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور دوسو رتیں پڑھا کرتے تھے اور
 پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحمد - اس کو بخاری مسلم نے
 روایت کیا۔

شہد میں کس طرح پڑھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیچھے گزرا کہ آپ اپنا بائیں پاؤں بچھاتے
 اور دایاں کھڑا رکھتے۔

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَلَمَّا قَعَدَ وَتَشَهَّدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْأَرْضِ
 وَجَلَسَ عَلَيْهَا - (رواة الطحاوی)

کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب
 آپ بیٹھے اور تشهد پڑھا تو آپ نے بائیں قدم زمین پر بچھایا اور اس پر بیٹھے
 اس کو طحاوی نے روایت کیا۔ (آثار ص ۱۲۳)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ

تَنْصِبُ الْقَدَمَ الْيُمْنَى وَاسْتِقْبَالَهُ بِأَصَابِعِهَا الْقَبْلَةَ
وَ الْجُلُوسُ عَلَى الْيُسْرَى - (رواه النسائی)

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت میں سے یہ ہے کہ وایاں
پاؤں کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیوں کا قبلہ رخ کرنا اور بائیں پاؤں
پر بیٹھنا۔ نماز کی سنن میں سے ہے، اس کو نسائی نے روایت کیا۔

تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے

عن وائل بن حجر قال قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَتَلْتُ
لَا نُظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِي لِلتَّشْهُدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ
الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى يَعْنِي عَلَى
فَخَذَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى -

(اخرجه الترمذی ص ۳۹)

وائل کہتے ہیں کہ میں مدینہ شریف آیا۔ میں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ جب آپ تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے
بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور وایاں پاؤں کھڑا
کیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ بعض احادیث میں دونوں ہاتھوں
کا گھٹنوں پر رکھنا آیا ہے جو جواز پر محمول ہے۔

قعدہ اولیٰ میں کیا پڑھے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ قَبْلَ عِبَادَةِ السَّلَامِ عَلَى حَبْرَائِيلَ السَّلَامِ عَلَى مِيكَائِيلَ السَّلَامِ عَلَى فُلَانٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ لَا تَقُولُوا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّهُ إِذَا قَالَ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ -

(متفق علیہ - آثار السنن ص ۱۲۳)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو کہتے تھے اللہ تعالیٰ پر بندوں کی طرف سے سلام ہو۔ جبرائیل پر سلام، میکائیل پر سلام۔

قلاں پر سلام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے پھرے تو بخاری
طرف منہ کر کے فرمایا۔ یہ نہ کہا کرو کہ اللہ پر سلام ہو کیونکہ اللہ ہی سلام
سے جب تمہارا کوئی نماز میں بیٹھے تو یہ پڑھے۔

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ۔

جب یہ کہے گا تو ہر بندۂ صالح جو زمین میں ہوگا، یا آسمان میں سب
کو یہ دعا شامل ہوگی۔ (پھر آگے پڑھے) أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ اس کو
بخاری مسلم نے روایت کیا۔

ترمذی نے کہا ہے کہ ابن مسعود کی حدیث تشہد کے بارہ میں بہت صحیح حدیث
ہے۔ اور اکثر اہل علم صحابہ و تابعین کا اسی پر عمل ہے۔

رواۃ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو تشہد سکھایا ہے۔ اس میں السَّلَامُ عَلَيْكَ بصیغۂ خطاب
ہی سکھایا ہے اور یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا کہ لوگ ہمیشہ
میرے پاس ہی نماز نہیں پڑھیں گے۔ بلکہ کوئی گھر میں، کوئی سفر میں،
کوئی جنگل میں، کوئی کسی جگہ کوئی کسی جگہ پڑھے گا۔ اور ہر جگہ میں یہی لفظ
بصیغۂ خطاب پڑھا جائے گا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بصیغۂ

خطاب سلام پہنچانا منع ہوتا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشہد میں ہرگز اجازت نہ دیتے۔ اور اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ سلام بطریق الثابت ہے۔ بطریق حکایت نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ السَّلَامُ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ کہنے سے سب صالحین کو یہ سلام پہنچے گا۔ اگر حکایت ہوتی تو حکایتی سلام نمازی کی طرف سے کیے ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں مراد حکایتاً نہیں بلکہ نمازی کی طرف سے الثابت ہے۔

قعدہ اولیٰ میں نہ درود ہے نہ دعائے

علامہ عبدالحی عمدة الرعاية جلد اول ص ۱۸۵ میں لکھتے ہیں۔
 عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الشَّهْدَ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ وَآخِرِهَا فَإِذَا كَانَ وَسْطَ الصَّلَاةِ
 نَهَضَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الشَّهْدِ وَإِذَا كَانَ فِي آخِرِ
 الصَّلَاةِ دَعَا لِنَفْسِهِ مَا شَاءَ (رواه احمد)
 ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
 کے اول اور آخر میں تشہد سکھایا۔ جب وہ نماز کے درمیان ہوتے
 یعنی پہلا قعدہ بیٹھتے تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے۔
 اور جب نماز کے آخر میں یعنی پچھلے قعدہ میں ہوتے تو اپنے لیے جو
 جو چاہتے دعا فرماتے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّصْفِ حَتَّى يَقُومَ -

(رواه الترمذی والبودادہ والنسائی)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں میں ایسے ہوتے گویا کہ گرم پتھر پر بیٹھنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ کھڑے ہو جاتے یعنی پہلے قعدہ میں دعا و درود نہ پڑھتے جس طرح گرم پتھر پر زیادہ بیٹھا نہیں جاتا اس طرح آپ پہلے قعدہ میں زیادہ دیر نہ بیٹھتے۔ صرف تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جاتے۔ (مشکوٰۃ ص ۷۷)

پچھلی دو رکعتوں میں امام منفرد صرف فاتحہ پڑھے

اس بارہ میں حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تیچھے گزری کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (بخاری)

قعدہ اخیرہ میں بھی دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں

پچھلے اور اس پر بیٹھے

اس بارہ میں حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے۔ کہا وائل نے، میں نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ بیٹھے اور تشہد پڑھا تو اپنا بائیں پاؤں بچھایا۔ اور اس پر بیٹھے۔ (منتقی ص ۶۲)

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَعْرَابِيٍّ إِذَا سَجَدْتَ فَمَكَنْ لِسُجُودِكَ فَإِذَا جَلَسْتَ فَاحْبِسْ عَلَى رِجْلِكَ الْيُسْرَى۔

(رواہ احمد)۔ (منتقی ص ۶۲)

رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو فرمایا کہ جب تو سجدہ کرے تو اپنے سجده میں ٹھہر۔ اور جب تو بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

چونکہ یہ مقام تعلیم کا ہے۔ اگر قعدہ اخیرہ میں ٹورک ہوتا تو آپ بیان فرما دیتے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بلفظ "کیا ہے فرماتی ہیں۔"

وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكَعَتَيْنِ التَّحِيَّةُ وَ
كَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَ يَنْصِبُ رِجْلَهُ
الْيُمْنَى۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت میں التحیات فرمایا کرتے تھے اور بائیں پاؤں بچھایا کرتے اور دائیں کھڑا رکھتے تھے۔
(منتقی ص ۶۲)

اور جس حدیث میں قعدہ اخیرہ میں توڑک آیا ہے وہ ہمارے علماء کے نزدیک، حالت پیری پر نول ہے یا کسی عذر پر۔ یا بیان جواز کے لیے اور احتمال ہو سکتا ہے کہ سہ ایم کے بعد اس طرح آپ بیٹھے ہوں۔

قالہ علی القاری فی المرقاة

عورت دونوں قعدوں میں دونوں

پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھے

روى الإمام أبو حنيفة رحمه الله عن نافع
عن ابن عمر أنه سئل كيف كن النساء
يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال كن يتربصن ثم أمرن أن يجتفرن
أي يضمنن أعضاءهن بأن يتوركن
في جلوسهن۔

(م: امام اعظم ص ۹۹۔ مع شرح علی قاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں کس طرح عورتیں نماز پڑھا کرتی تھیں
انہوں نے فرمایا کہ (قعود کی حالت میں) مترج بیٹھتی تھیں پھر
ان کو حکم دیا گیا کہ سمت کر بیٹھیں۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ

سمٹنے کے یہ معنی ہیں کہ اعضاء کو ملائے اور متورک بیٹھے یعنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر رانوں پر بیٹھے۔

علامہ وحی احمد نے تعلق الجلی ص ۲۲۴ میں لکھا ہے۔

وَفِي الصَّحاحِ لِلجَوْهَرِيِّ وَفِي الْحَدِيثِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ أَيْ تَتَضَامُ إِذَا جَلَسَتْ وَ إِذَا سَجَدَتْ فَلَا تَحْوِي كَمَا يَحْوِي الرَّجُلُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب عورت نماز پڑھے تو سمٹ کر بیٹھے اور سمٹ کر سجدہ کرے۔ مرد کی طرح اپنے اعضاء کو الگ نہ کرے۔ حضرت علی کی یہ حدیث صراح ص ۳۹۸ جلد اول میں بھی ہے۔

تعد میں درود شریف کا پڑھنا

عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَلِمْنَا أَوْ عَرَفْنَا كَيْفَ السَّلَامِ عَلَيْكَ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ اللَّهُمَّ

بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ -

(منتقى ص ۶۹)

دوسری حدیث میں ہے۔ کعب بن عجرہ کہتے ہیں۔

سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ السَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ
فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ -
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ -

(رواه البخاری)

یعنی کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر سلام کہنے کی کیفیت تو سکھا دی۔
اب فرمائیے کہ درود شریف آپ پر کس طرح پڑھیں تو آپ
نے اللہم صل علی محمد الخ فرمایا کہ یہ پڑھو۔

منتقى الاخبار ص ۱۰۱ میں بروایت امام احمد یہ الفاظ ہیں :

كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِي صَلَاتِنَا -

یعنی جب ہم نماز پڑھیں تو نماز میں آپ پر درود شریف کس طرح پڑھیں۔ اس کے جواب میں حضور نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الْخِ سْكْهُمَا جِس سے معلوم ہوا کہ نماز میں یہی درود شریف پڑھنا افضل ہے۔ لیکن نماز سے باہر اختیار ہے جو چاہے پڑھے۔ بلکہ اس درود کو اگر نماز سے خارج پڑھے گا تو اس میں سلام نہیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں صَلُّوا وَسَلِّمُوا آیات ہے اس لیے۔

صَلِّ اَللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اَللّٰهِ وَسَلِّمْ عَلَيْكَ
 يَا حَبِيْبَ اَللّٰهِ - يَا - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
 وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ - يَا - صَلِّ اَللّٰهُ
 عَلٰی حَبِيْبِهِ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ وَسَلِّمْ
 پڑھے تاکہ صلوة و سلام دونوں پر عمل ہو جائے۔

نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں

عن فئالة بن عبید قال سمع النبیُّ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ
 فَلَمْ يُصَلِّ عَلٰی النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَلْ هَذَا

ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ أَوْ لِعَیْبِرِهِ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ
 فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ اللَّهِ وَالتَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ
 لِيُعَسَّلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
 لِيَدْعُ بَعْدَ مَا شَاءَ.

(رواه الترمذی)

فضالہ بن عبیدر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ایک آدمی کو سنا کہ نماز میں دعائے مانگتا ہے اور اس نے
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف نہیں پڑھا تو حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی ہے پھر آپ
 نے اس کو بلایا اور فرمایا اس کو یاد دوسرے کو کہ جب تم میں سے
 کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔ پھر
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر جو
 چاہے دعائے مانگے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں۔ ورنہ حضور
 اس شخص کو جس نے نماز میں درود شریف نہیں پڑھا۔ نماز کے اعادہ کا حکم فرماتے۔
 ابن تیمیہ منقحی ص ۶۶ میں لکھتے ہیں کہ حدیث ابن مسعود میں جس میں
 تشہد کا ذکر ہے، بعد تشہد کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ ثُمَّ لِيَتَعَيَّرَ
 مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ کہ تشہد پڑھ کر جو سوال چاہے۔ خدا سے مانگے۔

اس سے بھی اس قول کی تقویت ہوتی ہے کہ درود شریف پڑھنا فرض نہیں۔ اگر فرض ہوتا تو بعد شہد اس کا ذکر کر کے پھر دعاء کا ذکر ہوتا۔

قعدہ اخیرہ میں دعائے پڑھنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ - اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَغْرَمِ وَ الْمَأْثَمِ -

رواه الجماعة - منتهى ص ۶۶

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعائیں لگاتے تھے۔ - اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ الخ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے دعائیں سکھاؤ۔ کہ میں اس کے ساتھ نماز میں دعائیں لگا کروں تو آپ نے فرمایا۔ یہ کہو

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَأَعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِّنْ
عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ (متفق علیہ)

چونکہ حدیث متفق علیہ میں آیا ہے کہ جو دعا چاہے مانگے اس لیے اگرچہ
دعا سے ماثورہ افضل ہیں مگر اور بھی جو چاہے دعا مانگ سکتا ہے۔ البتہ
ایسی دعا نہ کرے جو کلام الناس سے مشابہ ہو۔ چنانچہ ابو داؤد میں حدیث ہے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةُ لَا يَصْلَحُ
فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ۔ کہ نماز میں کوئی لوگوں کی بات مناسب
نہیں ہے، تو جو دعا مشابہ کلام الناس ہو، وہ بھی نہ چاہیے۔

سلام بھیڑنا

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ يَسَارِهِ السَّلَامُ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ يُرَى بَيَاضَ خَدِّهِ۔

(رواہ الخمسہ و صحیح الترمذی)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں طرف السَّلَامُ عَلَیْكُمْ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ کہتے ہوئے سلام پھیرا کرتے تھے یہاں تک
کہ آپ کے رخسارہ کی سفیدی دیکھی جاتی۔ اس حدیث کو

ترمذی نے صحیح کہا۔ آثار السنن ص ۱۲۵

سلام کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا

عن سمرة بن جندب قال كان النبي صلى
الله عليه وسلم إذا صلى سَلَوَةً أَقْبَلَ
عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ - (رواه البخاری)

سمراء بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس
نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکے تو ہماری
طرف منہ مبارک کے ساتھ متوجہ ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اکثر دیکھا کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں جانب کو (نماز کے بعد پھر کر) بیٹھتے۔ اس
کو مسلم نے روایت کیا۔ (آثار ص ۱۲۵)

سلام کے بعد کیا پڑھے

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته
استغفر ثلاثاً وقال اللهم أنت السلام و
منك السلام تباركت يا ذا الجلال

وَالْإِكْرَامِ - (رواه الجماعة البخاری)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے پھرتے تو تین بار استغفار کہتے اور فرماتے۔ اللھم انت السلام الخ اور کعب بن عجرہ کی حدیث میں ۳۳ بار سُبْحَانَ اللَّهِ اور ۳۳ بار الْحَمْدُ لِلَّهِ اور ۳۳ بار اللَّهُ أَكْبَرُ بھی آیا ہے۔ اور بھی دعائیں احادیث میں آئی ہیں۔

نماز کے بعد دعا مانگنا

عَنْ أَبِي إِمَامَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوباتِ - (رواه البخاری)

ابو امامہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہا گیا۔ یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔ فرمایا پچھلی رات کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَجِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا - (رواه البوداؤد - ابن ماجه و الترمذی)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب بڑے شرم و
کرم والا ہے۔ جب اس کا بندہ ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ خالی پھیرنے
سے شرم کرتا ہے۔ (بلوغ المرام)

ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا

حافظ ابو بکر بن اسنی عمل الیوم واللیلہ میں لکھتے ہیں۔ فرمایا رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَا مِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ
ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِلَهِي وَإِلَهَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ وَإِلَهَ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ
أَسْأَلُكَ أَنْ تَسْتَجِيبَ دَعْوَتِي فَإِنِّي مُضْطَرٌّ وَ
تَعْصِمَنِي فِي دِينِي فَإِنِّي مُبْتَلِيٌّ وَتَنَالِنِي بِرَحْمَتِكَ
فَإِنِّي مُذْنِبٌ وَتَنْفِي عَنِّي الْفَقْرَ فَإِنِّي مُتَمَسِّكٌ
إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرُدَّ يَدَيْهِ
خَائِبِينَ۔

یعنی جو شخص ہر نماز کے پیچھے ہاتھ پھیر کر یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ سے
الہ تو اللہ تعالیٰ پر (اس کی مہربانی و کرم سے) لازم ہو جاتا ہے
کہ وہ اس کے ہاتھ خالی نہ پھیرے۔

نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھے

عن ابی ذر قال قال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ
فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا التَّفَتَ انْصَرَفَ
عَنْهُ - رواه احمد و ابو داؤد و النسائي و الدرعي - مشکوٰۃ ص ۸۳

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ
پر متوجہ بالرحمتہ رہتا ہے جب کہ وہ نماز میں ہوتا ہے جب
تک وہ التفات نہ کرے۔ یعنی ادھر ادھر نہ دیکھے۔ اور جب
بندہ نماز میں ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے منہ
پھیر لیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کو فرمایا۔ يَا اَنَسُ اجْعَلْ بَصْرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ - مشکوٰۃ ص ۸۳
یعنی اے انس تو اپنی نظر سجدہ کی جگہ میں رکھ۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفَرْدِ

بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً - (متفق علیہ)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کیلئے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۸)

وَعَنْ أَبِي بِن كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَذْكَىٰ مِنْ صَلَاتِهِ وَحَدَهُ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَىٰ مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا زَادَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ -

(رواه ابو داؤد و اسنادہ صحیح) (آثار السنن ص ۱۲۸)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز مرد کی ایک مرد کے ساتھ کیلئے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور دو مرد کے ساتھ نماز پڑھنا ایک مرد کے ساتھ پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور جو زیادہ ہو یعنی جس قدر جماعت میں نمازی زیادہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں۔ اس کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ کیلئے نماز بھی ہو جاتی ہے۔ مگر جماعت کا ثواب بہت ہے۔ اور جس قدر نمازی زیادہ جمع ہو کر با جماعت نماز پڑھیں گے۔ اسی قدر زیادہ ثواب ہوگا۔

ترکِ جماعت کی برائی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَّ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبُ ثُمَّ أَمُرُ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ أَمُرُ رَجُلًا فَيَوْمُ النَّاسِ ثُمَّ أَخَالَفْتُ إِلَى رِجَالٍ وَفِي رِوَايَةٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحْرِقُ عَلَيْهِمْ بَيْوتَهُمْ - (بخاری مسلم)
(مشکوٰۃ ص ۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے قصد کیا کہ میں لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم کروں اور وہ جمع کی جاویں۔ پھر حکم کروں کہ نماز کے لیے اذان کہی جاوے۔ پھر ایک آدمی کو نماز پڑھانے کے لیے مامور کروں۔ وہ جماعت کرائے۔ پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

معلوم ہوا کہ جماعت میں شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس واسطے بعض علما نے جماعت کو فرض کہا ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 رَجُلٌ أَعْمَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ
 رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ
 لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَرَخِّصَ لَهُ فَلَمَّا وُلِيَ
 دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النَّدَاءَ بِالصَّلَاةِ قَالَ
 نَعُو قَالَ فَاجِبٌ - (رواه مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ
 میرے پاس کوئی آدمی نہیں جو مجھے مسجد پہنچا کرے۔ پھر اس
 نے اپنے گھر نماز پڑھ لینے کی اجازت طلب کی تو آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ جب اس نے
 پیٹھ پھیری تو آپ نے پھر بلایا۔ اور فرمایا۔ کیا تو اذان کی آواز
 سنتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں سنتا ہوں۔ فرمایا پھر جماعت
 میں آیا کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ جماعت میں ضرور شامل ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے نابینا کو بھی حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی گاڈں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان غالب ہوتا ہے۔

فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّبُّ الْقَاصِيَةَ

(رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی۔ مشکوٰۃ ص ۸۸)

یعنی جماعت کو لازم پکڑ کہ جو بکری اپنے ریوڑ سے دور رہے اُسے بھیڑ یا کھا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جماعت سے الگ رہنا شیطان کے قابو میں آجانا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقلدین ائمہ اربعہ جو باتفاق اہل سنت جماعتِ حقہ ہیں اس جماعت سے الگ ہو جانے والا وہابی ہو یا مرزائی۔ یا شیعہ یا چکرالوی یا پٹنچری، ضرور شیطان کے قابو میں ہے۔

ترک جماعت کا جواز

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اذان سن کر نماز کے لیے نہ آئے۔ تو اس کی نماز نہیں مگر کسی عذر سے۔ اس کو ابن ماجہ۔ دارقطنی نے روایت کیا۔ معلوم ہوا کہ عذر کے سبب ترک جماعت درست ہے اور عذر خوف یا بارش یا مرض یا سفر ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ
وَمَطَرٍ يَقُولُ إِلَّا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ - (شکوٰۃ مشہ)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بارش یا سردی کی رات میں
مؤذن کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ اذان میں یہ کہے کہ اپنی اپنی
منزلوں میں نماز پڑھ لو۔

اسی طرح اگر کھانا سامنے ہو تو اگر نماز می کے حضور و خشوع میں خلل ہوتا ہو۔
یعنی کھانے کی طرف ہی خیال رہے تو پہلے کھانا کھالے۔ اور جماعت
چھوڑ دے تو جائز ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا رکھا جاتا تھا اور جماعت کھڑی
ہو جاتی تھی تو وہ جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ اور کھانا کھاتے رہتے
تھے۔ حالانکہ امام کی قرأت بھی سنتے تھے جب کھانے سے فارغ ہوتے
تو نماز میں شامل ہو جاتے۔ (بخاری مسلم)

اسی طرح اگر بول و براز کا غلبہ ہو۔ تو پہلے قضاء حاجت کر لے پھر
نماز پڑھے، گو جماعت ہو جائے۔

امام برگزیدہ قوم ہو

عن ابن عباس قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اجْعَلُوا ائِمَّتَكُمْ حَيَارِكُمْ فَإِنَّهُمْ

وَفَدُّكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ۔

(رواہ الدارقطنی) - (منتقى ص: ۹)

ابن عباس سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے امام برگزیدہ لوگوں کو بناؤ کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایچی ہیں۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔

ابو مسعود عقبہ بن عمرو سے روایت ہے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرَبُ هُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ
سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمُ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي
السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمُ هِجْرَةَ فَإِنْ كَانُوا فِي
الهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمُ سِنًا الْحَدِيثِ۔

(رواہ احمد و مسلم) - (منتقى ص: ۹)

یعنی قوم کی امامت وہ کرائے جو سب سے زیادہ قرأت جانتا ہو۔ اگر قرأت میں برابر ہوں تو سب سے زیادہ حدیث جانتے والا کرائے۔ اگر علم حدیث میں برابر ہوں تو ہجرت میں جو سب سے پہلے ہو۔ اگر ہجرت میں برابر ہوں تو عمر میں جو سب سے بڑا ہو۔

معلوم ہوا کہ امام مقتدیوں سے افضل و اعلم و اورع ہونا چاہیے۔ ایسا

شخص امامت کے لائق نہیں جو گستاخ اور بے ادب ہو۔

عن السائب بن خلاد قال إن رجلاً أمّ قَتُومًا
قَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِقَوْمِهِ حِينَ فَرَغَ لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ فَأَرَادَ
بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ فَأَخْبَرُوهُ
بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ فَعَمَّ وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّكَ قَدْ أَذَيْتَ
اللَّهُ وَرَسُولَهُ - (مشکوٰۃ ص ۶۳)

صائب بنتے ہیں۔ ایک شخص نے نماز کی حالت میں قبلہ شریف
کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ رہے
تھے۔ آپ نے اس کی قوم کو فرمایا۔ جب وہ فارغ ہوا۔ کہ یہ
مہیں نماز نہ پڑھائے۔ (یعنی اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو)
جب اس کے بعد وہ پھر جماعت کرانے لگا تو لوگوں نے منع
کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا اس کو پتہ
بتایا۔ تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا
تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے منع کیا
ہے کہ تو نے قبلہ کی طرف تھوک کرنا اللہ اور اس کے

رسول کو ایذا دی ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبلہ شریف کی اتنی بے ادبی کے سبب نماز کی امامت سے روک دیا تو جو لوگ سر سے پاؤں تک بے ادب ہوں۔ ان کے پیچھے نماز کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے پس وہابی۔ مرزائی۔ رافضی۔ خارجی۔ چکڑالوی وغیرہ اہل ہوا میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہیے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی فتوٰے ہے۔ چنانچہ فتح القدیر کے صفحہ ۶۴۶ جلد اول میں لکھا ہے

روى محمد عن ابى حنيفة و ابى يوسف انَّ

الصَّلَاةَ خَلْفَ أَهْلِ الْهَوَاءِ لَا يَجُوزُ۔

یعنی امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف سے امام محمد نے روایت کی ہے کہ اہل ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

(واللہ اعلم و علمہ اتم)



نماز وتر کا بیان

وتر واجب ہیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِحْرَصُوا بِالدَّلِيلِ وَتَرًا - (رواه الشيخان) صحیح بخاری ص ۱۳۶ - جلد اول)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رات کی نماز کو وتر پر ختم کیا کرو۔ یعنی نماز تہجد کے اخیر نماز وتر پڑھ کر رات کی نماز کو طاق کیا کرو۔

اس حدیث میں وتر پڑھنے کا امر ہے۔ اور جہاں کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو، وہاں امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوُتْرِ - (رواه مسلم ص ۲۸۷ جلد اول)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھنے میں جلدی کرو۔ یعنی صبح سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اوتَرُوا قَبْلَ أَنْ تَصْبَحُوا - (رواه مسلم ص ۲۵۷ جلد اول)

ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

ان دونوں حدیثوں میں بھی وتر پڑھنے کا امر ہے اور امر و جوہ کے لیے ہوتا ہے۔ کما مر۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا - الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا - الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا.

رواه البوداؤد ص ۵۳۴

بریدہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں۔ وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں۔

اس حدیث کو البوداؤد نے روایت کیا۔ اور اس پر سکوت کیا۔ اور جس حدیث پر البوداؤد سکوت کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا اور کہا۔ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْمُنِيبِ ثِقَةٌ۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو منیب (عسکری) ثقہ ہے۔ مستدرک ص ۳۰۶ جلد اول۔

علی قاری نے مرقاة میں حق کے معنی واجب کیے ہیں۔ یعنی وتر واجب ہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ - (رواه الطبرانی فی مسند الشامیین)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے۔ وہ وتر ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے مسند الشامیین میں روایت کیا۔ حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس کی سند کو حسن فرمایا۔ (آثار السنن ص ۴۴ جلد دوم)

وَعَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجُبَيْشَانِيِّ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَالَ إِنَّ أَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ فَصَلُّوهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ الْحَدِيثُ

رواه احمد الحاكم والطبرانی واسناده صحيح (آثار السنن ص ۴۴ جلد دوم)

ابو تمیم جبیشانی سے روایت ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور کہا کہ ابو بصیرہ نے مجھے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے۔ وہ وتر ہے، اس کو عشاء اور فجر کے

درمیان پڑھو۔ اس حدیث کو امام احمد و حاکم و طبرانی نے روایت کیا۔
 وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وَثْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا صَبَحَ
 أَوْ ذَكَرَهُ - (رواه الدارقطني)

یعنی فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سویا رہے
 اور اس نے وتر نہ پڑھے ہوں۔ یا بھول جائے (یعنی وتر پڑھنا
 یاد نہ رہے) تو جب صبح ہو (اور جاگے) یا اس کو یاد آجائے (کہ
 میں نے وتر نہیں پڑھے) تو اسے وتر پڑھنے چاہئیں۔

اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا اور حاکم نے مستدرک نے اس کو صحیح
 کہا۔ ص ۵۳۸ ابو داؤد نے بغیر لفظ إِذَا أَصْبَحَ کے اس کو روایت کیا۔ عراقی
 نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ اس حدیث میں نماز وتر کی قضا کا حکم ہے
 اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز وتر واجب ہے۔ ورنہ قضا کا حکم نہ ہوتا۔

علاوہ ان احادیث کے اور بہت احادیث ہیں جن سے وجوب نماز
 وتر ثابت ہوتا ہے۔ کسی حدیث میں تو نماز وتر کو پانچ نمازوں پر زائد فرمایا گیا۔
 کسی میں اس کے پڑھنے کا امر فرمایا گیا۔ کسی میں اس نماز کو حق یعنی واجب
 کسی میں صریح واجب فرمایا گیا۔ کسی میں اس کے ترک پر قضا کا حکم ہوا۔ ان سب
 احادیث کا مجموعہ دلالت کرتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔ اور جن احادیث میں
 آیا ہے کہ وتر فرض نہیں، مراد ان سے یہ ہے کہ نماز مکتوبہ کی طرح فرض نہیں

چنانچہ بعض احادیث میں اس امر کی تصریح آگئی ہے۔

وتر تین رکعت ہیں

۱- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تَوْتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي - (متفق عليه)

(بلوغ المرام ص ۲۲۷) (موطا امام محمد ص ۱۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر زیادہ نہیں کرتے تھے (یعنی اکثر اوقات نماز تہجد بعد وتر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے) آپ چار رکعت پڑھتے ان کی خوبی اور درازی نہ پوچھو کہ کیسی تھی۔ غرض کہ بہت عمدہ اور لمبی پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور درازی بھی نہ پوچھو۔ پھر

تین رکعت وتر پڑھتے۔ عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی۔
یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا
کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں۔ میرا دل نہیں سوتا۔ اس حدیث
کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا
کرتے تھے اور وہ بھی ایک سلام سے۔ اس حدیث میں لفظ یصلی اربعاً آیا ہے
یعنی چار رکعت پڑھے۔ اس لفظ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دو دفعہ
فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ پھر چار
رکعت ایک سلام سے۔ ورنہ دو دفعہ کہنے کی حاجت نہ تھی۔ یوں کہہ دیتے
یصلی ثمانیۃ۔ کہ آٹھ رکعت پڑھتے۔ چونکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا
اس سے معلوم ہوا کہ ایک سلام سے جتنی رکعتیں پڑھیں ان کا ذکر کیا۔
چار رکعت ایک سلام سے۔ پھر چار رکعت ایک سلام سے۔ پھر تین وتر
ایک سلام سے۔ وہو المطلوب۔

(فائدہ) اس حدیث کی مزید بحث مسئلہ تراویح میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اِنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَيْقَظَ
فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَمْشُو

۱۔ کتاب التراویح۔ قیمت ایک روپیہ۔ کتب خانہ ماہ طیبہ۔ کوٹلی لوہاراں رسیاکوٹ
۲۔ حاد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ - فَقَرَأَ هُوَ لِأُولِي الْأَيَّاتِ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ قَامَ حَتَّى نَفَخَ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتِّ رَكَعَاتٍ كُلُّ ذَلِكَ يَسْتَأْذِنُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هُوَ لِأُولِي الْأَيَّاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثِ فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ - (المحدث - رواه مسلم - (ص ۲۶۱ جلد ۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور مسواک کی اور وضو کیا۔ اور آیت اِنِّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ الْخِ پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ سورت ختم کی پھر کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی جس میں قیام و رکوع و سجد بہت لمبا کیا۔ پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لئے۔ پھر اسی طرح تین بار کیا۔ چھ رکعتوں میں ہر دفعہ مسواک اور وضو کرتے۔ اور یہ آیتیں پڑھتے۔ پھر آپ نے تین رکعت وتر پڑھے۔ پھر مؤذن نے اذان دی۔ تو آپ نماز کے لئے (مسجد کی طرف) نکل گئے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے بھی وتر تین رکعت بیک سلام ثابت ہیں۔ کیونکہ

پہلے دو رکعت میں سلام اور سو جانا بیان ہوا ہے۔ اگر وتروں میں بھی دو رکعت پر سلام ہوتا تو ابن عباس بیان فرماتے مگر آپ نے یہی فرمایا کہ تین رکعت وتر پڑھے جس سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت بیک سلام ہیں۔

۳- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم يقرأ في الوتر بسبح
اسم ربك الاعلى وقل يا ايها الكفرون وقل
هو الله احد في ركعة - (رواه الترمذی ج ۱ جلد ۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں سبّح اسم ربك الاعلى اور قل يا ايها الكفرون اور قل هو الله احد میں پڑھا کرتے تھے۔

یعنی ایک سورت ایک رکعت میں جس سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت ہیں۔ ایک رکعت میں سورۃ اعلیٰ، دوسری میں کافرون، تیسری میں اخلاص پڑھنا چاہیے۔

ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِي اخْتَارَهُ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اصْحَابِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مِنْ بَعْدِهِمْ اَنْ
يَقْرَأَ بِسَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا

الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ
مِّنْ ذَلِكَ سُبُورَةً۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اصحاب اور ان کے
بعد والوں نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ تین رکعت وتر میں یہ تین
سورتیں پڑھے۔ ہر ایک رکعت میں ایک سورت۔

۴۔ عن ابی بن کعب قال کان رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقرء فی الوترِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى
وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَ
فِي الثَّلَاثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَرَأَيْتُمُ الْإِنْسَانَ
أَخْرَجَهُنَّ وَيَعْنِي بَعْدَ التَّسْلِيمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ
الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا۔ (رواہ النسائی ص ۱۷۵) اس حدیث کی

سند حسن ہے۔ آثار السنن ص ۱۷۵

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
وتر کی پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ، دوسری میں کافرون تیسری میں
قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے مگر
وتروں کی آخری رکعت میں اور سلام کے بعد سبحان الملک
القدوس تین بار فرماتے۔ اس کو نسائی نے روایت کیا۔
معاوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔

۵- عن عبد الله بن ابي قيس قال سألت عائشة بكم
 كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤتِر قالت
 بأربع وثلاث وسبت وثلاث وثمان و
 ثلاث وعشرة وثلاث و لم يكن يؤتِر بأكثر
 من ثلاث عشرة ولا انقص من سبع.

(رواه احمد و ابو داود و الطحاوى) مشكوة ص ۱۴۲

عبد اللہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر پڑھا کرتے تھے
 تو آپ نے فرمایا کہ چار رکعت اور تین چھ رکعت اور تین۔ آٹھ
 رکعت اور تین۔ دس رکعت اور تین۔ آپ کی نماز وتر تیرہ رکعت
 سے (مجموعہ تہجد) زیادہ اور سات رکعت سے کم نہیں ہوتی تھی۔
 اس حدیث کو امام احمد و ابو داود و طحاوی نے روایت کیا۔

اس حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام
 کے وتر تین رکعت ہی بیان کیے۔ نماز تہجد چار رکعت ہوتی تو بھی وتر تین رکعت
 اگر تہجد چھ رکعت ہوتی تو بھی وتر تین رکعت۔ آٹھ رکعت یا دس رکعت تہجد
 ہوتی۔ تو بھی وتر تین ہی رکعت فرمانے۔

(۶) امام طحاوی شرح معانی الآثار میں سور بن مخرمہ سے لائے ہیں
 قال دفنا ابا بكر ليلاً فقال عمر ابي لئلا نؤتِر فقام

وَصَفَّفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ
إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ۔

مسور بن مخزوم فرماتے ہیں کہ ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رات
کو دفن کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ وہ
کھڑے ہوئے۔ ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی۔ عمر رضی اللہ
عنہ نے ہم کو تین رکعت وتر پڑھانے اور نہ سلام پھیرا۔ مگر آخر میں۔
آثار السنن ص ۱۲ جلد ۲ میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث سے
بھی تین رکعت وتر بیک سلام ثابت ہوئے۔
رم، مؤطا امام محمد کے ص ۱۲۵ میں امام ابو جعفر (باقر) رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مَا بَيْنَ
صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ
رَكَعَةً شَمَانِ رَكَعَاتٍ تَطَوُّعًا وَثَلَاثَ رَكَعَاتٍ
الْوُثْرِ وَرَكَعَتِي الْفَجْرِ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے درمیان صبح کی نماز
تک تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ رکعت تو نفل (تہجد)
اور تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر۔

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا آئی ہے۔
 قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ
 اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوُتْرُ وَرَكْعَتَا
 الْفَجْرِ - بخاری ص ۱۵۳ جلد ۱

یعنی حضور علیہ السلام رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ وتر کی
 تین رکعت (اور فجر کی (سنتوں کی) دو رکعت انہی میں سے ہوتی
 تھی۔ اس حدیث سے بھی وتر تین رکعت ہی ثابت ہو گئے۔

(۸) مؤطا امام محمد کے اسی صفحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 آپ نے فرمایا۔

مَا أَحِبُّ إِلَيَّ تَرَكَتُ الْوُتْرِ ثَلَاثًا وَأَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ -
 کہ میں نہیں چاہتا یعنی مجھے محبت نہیں کہ میں تین رکعت و تروں
 کو چھوڑ دوں اور مجھے سرخ اونٹ ملیں۔

(۹) مؤطا امام محمد کے صفحہ ۱۲۶ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
 ہے کہ آپ نے فرمایا۔ أَهْوَنَ مَا يَكُونُ الْوُتْرُ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ كَمَا دُنِيَ
 وَتْرُوكَا تَيْنِ رَكَعَاتٍ هِيَ -

(۱۰) عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ الْوُتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ -

(رواہ الطحاوی - نصب الرایہ ص ۷۷۸)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں۔ اسی کو طحاوی نے

روایت کیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار میں اور عبدالحی لکھنوی نے تعلیق المجددہ ۱۴۵ میں لکھا ہے کہ وتر یا فرض ہیں یا سنت۔ اگر فرض ہیں تو فرض یا دو رکعتیں ہیں یا تین یا چار۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ وتر دو رکعت یا چار رکعت نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ تین رکعت ہیں۔ اگر نماز وتر سنت ہے تو کوئی سنت ایسی نہیں جس کی مثل فرض میں نہ ہو اور فرض میں بجز نماز مغرب اور وتر پائے نہیں گئے اور مغرب تین رکعت ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ وتر تین رکعت ہیں۔ علامہ زبلی نصب الرایہ ص ۶، ۲ جلد ۱ میں لکھتے ہیں۔

هَذَا الَّذِي قَالَهُ حَسَنٌ جِدًّا وَقَدْ ذَكَرَ الْحَاذِمِيُّ فِي
كِتَابِهِ النَّاسِخَ وَالْمَنْسُوخَ مِنْ جُمْلَةِ التَّرْجِيحَاتِ
أَنَّ يَكُونَ الْحَدِيثُ مُوَافِقًا لِلْقِيَاسِ۔

یعنی امام طحاوی نے جو یہ کہا ہے۔ نہایت عمدہ ہے۔ حاذمی نے کتاب ناسخ منسوخ میں ذکر کیا ہے کہ منجملہ ترجیحات کے یہ بھی ہے کہ ایک حدیث موافق قیاس ہو۔

تو جو موافق قیاس ہوگی اُسے ترجیح ہوگی تو ثابت ہوا کہ وتر کا تین رکعت ہونا موافق قیاس ہے جیسے کہ طحاوی نے لکھا۔ تو اسی کو ترجیح ہوگی۔ علاوہ اس کے تین رکعت وتر کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں۔ سب کا اتفاق ہے تو اتفاقی بات احوط بالعمل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حنفیہ کا مذہب نہایت احتیاط پر مبنی ہے۔

وتروں میں دو شہد اور ایک سلام

ابن تیمیہ مفتی ص ۶۷ میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے۔

قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ
بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ - (رواه احمد)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر
پڑھتے تھے۔ ان کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے۔ یعنی دو
رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

نسائی ص ۱۷۵ جلد اول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لایا ہے آپ فرماتی
ہیں :

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ
فِي رُكْعَتَيْ الْوَتْرِ -

کہ حضور علیہ السلام وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے
تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر ص ۲۰۶ میں اور امام محمد نے
موطا ص ۱۴۶ میں روایت کیا اور حاکم نے مستدرک جلد اول
ص ۳۰۴ میں بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَلِّمُ

فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ -

کہ حضور علیہ السلام وتروں کی دو پہلی رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پہلی دو رکعتوں میں تشہد تو بیٹھتے تھے لیکن سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اگر پہلا تشہد نہ بیٹھتے تو ام المؤمنین سلام کی نفی کیوں فرماتیں۔ جب تشہد ہی نہیں تو سلام پھیرنے کا کیا شبہ ہو سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ تشہد تو بیٹھتے تھے لیکن اس تشہد میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور جن حدیثوں میں آیا ہے کہ نہیں بیٹھتے تھے مگر اخیر میں ان کا مطلب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے لیے نہیں بیٹھتے تھے مزید توضیح کے لیے ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں وتروں میں دو تشہد کی صریح ہے۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ حضور علیہ السلام کے وتروں کے متعلق فرماؤ۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كُنَّا نَعِدُّ لَهُ سِوَاكُهُ وَطُهُورَهُ فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ
أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَ
يُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ
فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحَمِّدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ

تَسْلِيمًا يَسْمَعُنَا - الحديث - (رواه مسلم مرد ۲۵ جلد ۱ نسائی مرد ۱ جلد ۱)
 کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک اور وضو کے لیے
 پانی تیار کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ جب چاہتا ان کو رات کو اٹھاتا
 تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعت نماز پڑھتے۔ نہ بیٹھتے
 مگر آٹھویں رکعت میں پس اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور اس کی حمد
 کرتے۔ اور دعا مانگتے (یعنی التحیات پڑھتے) پھر بغیر سلام کے اٹھ
 کھڑے ہوتے اور نویں رکعت ادا فرماتے۔ پھر بیٹھ جاتے اور اللہ
 کا ذکر اور حمد کرتے۔ اور دعا مانگتے۔ پھر سلام پھیرتے۔ ایسا کہ ہمیں
 سنا دیتے۔ یعنی ذرا آواز سے سلام پھیرتے کہ ہم سن لیں یہ حدیث
 نسائی والبوداؤد میں بھی ہے۔

نسائی کی روایت میں آیا ہے۔

فَلَمَّا كَبُرَ وَضَعَفَ أَوْ تَرَى سَبْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَقْعُدُ
 إِلَّا فِي السَّادِسَةِ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّيُ
 السَّابِعَةَ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً ثُمَّ يُصَلِّيُ رَكَعَتَيْنِ
 وَهُوَ جَالِسٌ -

جب آپ بڑے ہوئے اور بدن مبارک میں ضعف آگیا تو آپ سات رکعات
 پڑھتے۔ نہ بیٹھتے مگر چھٹی رکعت میں پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے
 اور ساتویں رکعت پڑھتے۔ پھر سلام پھیرتے۔ پھر دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

لَا يَجْلِسُ إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ وَالتَّاسِعَةِ وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا
فِي التَّاسِعَةِ فَلَمَّا أَسَنَ وَأَخَذَ اللَّحْمَ أَوْ تَرَ بَسْبَعِ
رُكْعَاتٍ لَمْ يَجْلِسْ إِلَّا فِي السَّادِسَةِ وَالسَّابِعَةِ
وَلَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي السَّابِعَةِ - (ابوداؤد ص ۵۱۳)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر نماز میں دو بار تشهد بیٹھتے
پہلے تشهد میں سلام نہ پھیرتے۔ آٹھویں رکعت میں بیٹھ کر تشهد
پڑھتے اور بغیر سلام اٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت میں سلام
پھیرتے۔ اسی طرح چھٹی رکعت میں بیٹھتے اور بغیر سلام اٹھ کر ساتویں
رکعت میں بعد تشهد سلام پھیرتے۔

دو تشهد تو ثابت ہو گئے۔ لیکن یہ شبہ باقی رہا کہ نماز ۹ رکعت یا سات رکعت
تھی۔ تین رکعت نہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نماز تین رکعت ہی تھی لیکن
یہاں نماز تہجد کو ملا کر نو رکعت یا سات رکعت کہا گیا۔ چھ رکعت تو آپ نے
اسی طرح دو دو رکعت ادا فرمائی۔ پھر تین رکعت وتر دو تشهد اور ایک سلام
سے ادا کئے۔ وتروں کی دوسری رکعت جو ساری نماز کی آٹھویں رکعت تھی۔
اس میں بیٹھے اور سلام نہ پھیرا۔ پھر وتروں کی تیسری رکعت جو ساری نماز کی نویں
رکعت تھی اس میں بیٹھ کر سلام پھیرا۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مطلب
رعمدة القاری ص ۲۰۸ جلد ۳ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح چار رکعت تو آپ نے

مثلاً مثلاً یعنی دو دو رکعت پڑھی۔ پھر تین رکعت وتر و تشهد کے ساتھ پڑھے۔
 جملہ سات رکعت ہو گئی۔ وتر کی دوسری رکعت جو کہ سب نماز کی چھٹی رکعت تھی۔
 اس میں بیٹھ کر سلام نہ پھیرا اور تیسری رکعت میں سلام پھیرا۔ جو ساتویں تھی۔ ہم
 نے جو بحوالہ عینی حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے۔ اس میں حدیث صلوٰۃ
 اللیل مثلاً مثلاً میں اور ان احادیث میں جمع اور تطبیق ہے۔ اگر یہ مطلب نہ
 لیا جاوے تو لازم آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم تو دیں رات کی نماز
 میں دو دو رکعت پڑھنے کا اور خود اس کا خلاف کریں۔ اور نویں رکعت میں سلام
 پھیریں۔ حاشا جنابہ عن ذالک۔ اصل میں بات یہ ہے کہ سائل نے نماز وتر
 کا سوال کیا۔ ام المؤمنین نے وتر کی متقدمہ رکعات نفل کے جلوس و سلام کا
 بیان نہیں فرمایا۔ صرف وتر کے جلوس و سلام کا ذکر فرمایا کہ دوسری میں بیٹھتے تھے
 اور تیسری میں سلام پھیرتے تھے۔ تاکہ جواب مطابق سوال سائل ہو۔ دیکھو
 عینی شرح بخاری ص ۴۰۸ جلد ۳ علاوہ اس کے حدیث سعد بن ہشام جس میں
 آٹھویں اور نویں رکعت میں دو بار تشهد کا ذکر ہے۔ یہی حدیث اسی سند
 کے ساتھ نسائی ص ۱۴۵ میں آئی ہے جس کو ہم سچھے لکھ آئے ہیں کہ حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی دو
 رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ یہ حدیث سعید بن قتادہ عن زرارہ بن
 اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشہ ہے۔ اور وہ حدیث جس میں دو تشهد
 آٹھویں اور نویں میں۔ یا چھٹی اور ساتویں میں آیا ہے۔ وہ بھی سعید بن قتادہ عن

زرارہ عن سعد بن ہشام عن عائشہ سے۔ چونکہ حدیث ایک دوسری کی تفصیل اور تفسیر ہوتی ہے اس لیے جس حدیث میں حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آٹھویں میں بیٹھتے اور سلام نہ پھیرتے یا چھٹی میں بیٹھتے اور سلام نہ پھیرتے اس کا یہی مطلب ہے جو روایت لا یسلم فی رکعتی الوتر میں آپ نے بیان فرمایا۔ یعنی وتروں کی دوسری رکعت میں (جو ساری نماز کی آٹھویں یا چھٹی ہوتی ہے) آپ بیٹھتے اور تشہد پڑھتے لیکن اسلام نہ پھیرتے۔ چونکہ یہ دونوں حدیثیں فی الحقیقت ایک ہی حدیث ہے۔ ایک ہی سند ہے۔ اس لیے کسی میں بلحاظ ساری نماز کے وتروں کی دوسری رکعت کو آٹھویں رکعت کہا گیا۔ اور کسی میں چھٹی اور کسی میں دوسری علاوہ اس کے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تصریح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سے زیادہ پر تشہد نہیں بیٹھتے تھے۔ چنانچہ مجمع الزوائد ص ۱۹۸ میں لکھا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ لَا يَزِيدُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ عَلَى التَّشَهُدِ - (رواه البوعلي)
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد
پر دو رکعتوں سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ یعنی ہر دو رکعت پر تشہد
بیٹھتے تھے۔

تو اگر حدیث سعد بن ہشام سے یہ مطلب لیا جائے کہ نو رکعت یا سات رکعت
ایک سلام اور دو تشہد سے بیٹھتے تھے تو اس حدیث کا خلاف لازم آتا ہے

اس لیے صحیح معنیوں میں ہیں جو علامہ عینی نے بیان کئے جس سے احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر دو رکعت پر آپ تشہد بیٹھتے تھے تو ثابت ہوا کہ وتروں کی دوسری رکعت میں بھی تشہد بیٹھتے تھے۔

علاوہ اس کے صحیح مسلم ص ۱۹۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں آیا ہے۔ وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتُ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتروں کی دوسری رکعت میں بھی تشہد ہے ورنہ حضور علیہ السلام الا الوتر فرما کر وتروں کو مستثنیٰ فرمادیتے۔ ابو داؤد و ترمذی کی روایت میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الصَّلَاةُ مَثْنَى مَثْنَى اَنَّ تَشْهَدَ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔ الخ کہ نماز دو دو رکعت ہے یہ کہ تشہد پڑھے تو ہر دو رکعت میں۔ اسی طرح طبرانی نے کبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر دو رکعت میں تشہد ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر دو رکعت میں تشہد بیٹھتے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ وتروں کی دو رکعت میں بھی تشہد بیٹھتے تھے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ

صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ
مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ -

(متفق علیہ مشکوٰۃ باب صلوة اللیل)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی
نماز سے فارغ ہو کر فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ ہر دو
رکعت میں سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ
وتر کر دیتے تھے۔

اس حدیث میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تصریح فرماتی ہیں کہ ہر
دو رکعت میں سلام پھیر دیتے تھے تو معلوم ہوا کہ ہر دو رکعت میں تشهد
بیٹھتے تھے اور سلام پھیر دیتے تھے۔ لیکن وتروں کی دوسری رکعت میں
خود مائی صاحبہ نے فرمادیا کہ اس میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

نُشِبَتْ مَا قَلْنَا وَبِاللَّهِ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنًا مَثْنًا فَإِذَا
أَرَدْتَ أَنْ تَنْصِرَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوتِرُ لَكَ مَا
صَلَّيْتَ - (رواه البخاری)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز دو دو رکعت
ہے۔ پس جب پھرنے کا ارادہ ہے تو ایک رکعت پڑھ جو نماز

تو سنے پڑھی بتے اس کو وتر کر دے گی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا (ص ۱۳۵ جلد ۱)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ رات کی نماز دو رکعت ہے یعنی ہر دو رکعت پر تشہد اور سلام ہے لیکن جب ارادہ پھیرنے کا ہو یعنی نماز ختم کرنے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ کر آخری شفعہ کو تین کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ اس میں سلام نہ پھیرے ایک رکعت اور پڑھے تاکہ ساری نماز طاق ہو جائے۔ اس بخاری کی حدیث سے بھی معلوم ہو گیا کہ وتر تین رکعت بہ دو تشہد و یک سلام ہیں۔ کیونکہ نماز سے پھرنے کے ارادے پر ایک رکعت اور ملاوے۔ اب ہم صلوٰۃ اللیل مثنۃ مثنۃ کے معنی حدیث سے بیان کرتے ہیں۔ صحیح مسلم ص ۲۵۴ میں ہے۔

فَقِيلَ لِأَبْنِ عُمَرَ مَا مَثْنًا مَثْنًا قَالَ أَنْ تَسْلِمَ فِي كُلِّ

رَكْعَتَيْنِ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے جب حدیث صلوٰۃ

اللیل مثنی مثنی روایت کی تو ان سے پوچھا گیا کہ مثنی مثنی کا کیا

مطلب ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا۔

معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں ہر دو رکعت میں تشہد و سلام ہے البتہ وتر پس

اس میں دو رکعت پر سلام نہیں۔ کما رواہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ الْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ

النَّهَارِ صَلَوَاتِ الْمَغْرِبِ۔ (رواہ الطحاوی وسندہ صحیح) (آثار السنن ص ۲ جلد ۲)

امام محمد رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو مؤطا ص ۱۴۶ میں روایت کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں جیسے نماز مغرب جو وتروں کی ہے۔ اسی طرح امام محمد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اَلْوَتْرُ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ کہ وتر مثل نماز مغرب کی ہے۔ معلوم ہوا کہ تین رکعت اور دو تشہد اور ایک سلام سے وتر پڑھنے چاہئیں جس طرح نماز مغرب ہے۔ نماز مغرب دن کے وتر ہیں۔ اور نماز وتر رات کے وتر ہیں جس حدیث میں آیا ہے کہ نماز مغرب کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ تین رکعت دو تشہد اور ایک سلام سے نہ پڑھو۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہ کرو جس طرح نماز مغرب کے پہلے دو چار رکعت نہ پڑھو۔ تاکہ نماز مغرب کی مشابہت ٹوٹ جائے۔ اسی واسطے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین رکعت وتر نہ پڑھو۔ بلکہ پانچ یا سات یا نو پڑھو۔ یعنی وتروں کے پہلے دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لو تاکہ نماز مغرب کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ اگر یہ معنی نہ لیے جائیں تو لازم آتا ہے کہ خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھیں۔ کما مر۔ اور خود ہی تین رکعت وتر پڑھنے سے منع فرمادیں۔ حاشا جنابہ عن ذالک فاللزام باطل فکذا الملزوم۔ اور یہ جو بعض نے لکھا ہے کہ وہ میانہ قعدہ نہ بیٹھے تو مغرب کے ساتھ مشابہت نہیں رہتی، بالکل غلط ہے کیونکہ حدیث کا لفظ اس کا انکار کرتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لا توتروا بثلاث ولا تشبهوا الصلوة المغرب

ولکن اوتروا بچتمس اوسبع اوتسع
یعنی تین رکعت وتر نہ پڑھو۔ مغرب کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔
لیکن پانچ یا سات یا نو پڑھو۔

اس سے تو صاف تین رکعت وتر پڑھنے کی ممانعت ہے۔ یہ ممانعت نہیں
کہ درمیانی قعدہ نہ بیٹھو۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب صاف ہے کہ
صرف تین رکعت وتر نہ پڑھو بلکہ پانچ یا سات یا نو پڑھو۔ یعنی وتروں کے پہلے
دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت اور نقل پڑھو۔ تاکہ مغرب کے ساتھ
مشابہت نہ ہو۔

علاوہ اس کے اس حدیث میں ایک رکعت وتر پڑھنے کا ذکر نہیں۔ اگر
ایک رکعت کی اجازت ہوتی تو اوتروا بچتمس اوسبع اوتسع میں اوتروا برکعتہ بھی
ہوتا۔ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی
روایت میں جو آیا ہے کہ ہم تین رکعت اکیلی کو دوست نہیں رکھتے۔ ردیچو
بدایت السائل ص ۲۵۸) اس سے بھی معلوم ہوا کہ اکیلی تین رکعت نہ پڑھے۔
بلکہ اس کے پہلے دو یا چار نقل ضرور پڑھے۔ مشابہت مغرب کا یہی معنی ہے۔
علاوہ اس کے نماز مغرب کی مشابہت تو اس طرح بھی نہیں کہ وتروں
کی تیسری رکعت میں قرأت رضم سورت ہے لیکن مغرب کی تیسری رکعت
میں رضم سورت نہیں۔ تو مشابہت نہ رہی، اسی طرح ایک حدیث میں بھی آیا ہے
جس کو امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ البر الوالیہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ عَلَّمَنَا اصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوُتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ أَنَّا
 نَقْرَأُ فِي الثَّلَاثَةِ فَهَذَا وَتُرُّ اللَّيْلُ وَهَذَا وَتُرُّ النَّهَارَ -
 ابوالعالمیہ فرماتے ہیں ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
 نے سکھایا کہ وتر مثل نماز مغرب کی ہے۔ بجز اس کے کہ ہم تیسری
 رکعت (وتر) میں قرأت پڑھتے ہیں۔ پس یہ (وتر) رات کے وتر
 ہیں۔ اور وہ (مغرب) دن کے۔

(آثار السنن ص ۳ جلد ۲)

موطا امام محمد کے ص ۱۲۳ میں ہے۔

عن ابن عمر قَالَ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَتُرُّ صَلَاةِ النَّهَارِ -
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز
 دن کے نمازوں کی وتر ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز مغرب دن کے وتر نہیں۔ فلیکن وتر
 اللیل کذا لک۔

اس سے زیادہ مفصل امام طحاوی نے عقبہ بن مسلم سے روایت کیا ہے
 اس نے کہا۔ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وتروں کی بابت پوچھا تو
 آپ نے فرمایا۔ اتَّعَرِفُ وَتُرُّ النَّهَارِ۔ کیا تو دن کے وتر کو جانتا ہے۔
 میں نے کہا۔ نَعُو صَلَاةِ الْمَغْرِبِ۔ یعنی ہاں! نماز مغرب کی دن کے وتر

ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ صَدَقْتَ وَاحْسَنْتَ۔ تو نے سچ کہا۔ اور خوب کہا۔
 تو اس تشبیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رات کے وتر مثل مغرب کی نماز کے دو
 تشہد اور ایک سلام سے ہیں۔ اسی واسطے امام محمد علیہ الرحمۃ موطا ص ۱۴۳ میں
 فرماتے ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهَذَا نَأْخُذُ وَيُنْبَغِي لِمَنْ جَعَلَ
 الْمَغْرِبَ وَتُرْصُلَةَ النَّهَارِ كَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ
 أَنْ يَكُونَ وَتُرْصُلَةَ اللَّيْلِ مِثْلَهَا لَا يَفْضَلُ
 بَيْنَهُمَا بِتَسْلِيمٍ كَمَا لَا يَفْضَلُ فِي الْمَغْرِبِ
 بِتَسْلِيمٍ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل ہے جو شخص مغرب کو دن
 کی نماز کے وتر بنا تا ہے اُسے چاہیے کہ رات کے وتر اسی کے
 مثل ہوں۔ ان میں سلام کے ساتھ فضل نہ کیا جائے جیسے کہ مغرب
 کی نماز میں سلام کے ساتھ فضل نہیں کیا جاتا۔ یہی قول امام ابو
 حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

اور وہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ ابن عمر وتروں کی دو رکعت میں فضل
 کیا کرتے تھے یہ آپ کا دوامی فعل نہ تھا بلکہ کسی ضرورت کے وقت ایسا کرتے
 تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری ص ۵۳۶ میں حدیث ابن عمر کی
 شرح میں فرماتے ہیں۔

ظَاهِرُهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي الْوَيْتْرَ مَوْصُولًا فَإِنْ عَرَصَتْ
لَهُ حَاجَةٌ فَصَلَّ ثُمَّ بَنَى عَلَى مَا مَضَى.

یعنی حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ
عنه ہمیشہ وتر تن رکعت موصول پڑھا کرتے تھے۔ جب کوئی حاجت
لاحق ہوتی تو فصل کرتے۔ پھر اس پر بنا کرتے۔ اسی طرح قسطلانی
شرح صحیح بخاری میں بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز مغرب کے ساتھ
تشبیہ اسی امر میں ہے کہ تین رکعت دو شہد اور ایک سلام
سے وتروں کی نماز پڑھی جائے۔

علامہ ابن ترکمانی نے جو اہر النقی ص ۲۱ میں حدیث ابن عمر بحوالہ نسائی اور شیخ
عبدالحی لکھنوی نے تعلیق المجد ص ۱۴۳ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ لکھا ہے۔
عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَتُرُصَلُوهُ النَّهَارِ فَاوْتِرُوا
صَلَاةَ اللَّيْلِ.

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نمازوں کے وتر
ہیں۔ پس رات کی نماز کو بھی وتر کرو۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے نماز مغرب کو دن کے وتر فرمایا۔
تورات کے وتر بھی اسی طرح ہونے چاہئیں جس طرح کے دن کے وتر ہیں۔
یعنی دو شہد اور ایک سلام سے۔ علاوہ اس کے اس حدیث میں رات کے

وتروں کے لیے امر ہے۔ اور امر بغیر قرینہ صارفہ کے وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ وتر واجب ہیں۔ اس حدیث کی سند کو عراقی نے صحیح کہا۔ (تعلیق المجدد ص ۳۴ جلد ۲) جو اہر النقی میں اس کی سند کو علی شرط الشیخین لکھا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے سند ص ۳۰۰۔ ۴۰۰ جلد ۲ میں اور طبرانی نے معجم صغیر ص ۲۲۲ میں بھی روایت کیا ہے۔

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ صَلَّى بِيَّ النَّسَّ الْوُتْرَ أَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَ
 أُمُّ وَلَدِهِ خَلَفْنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا وَفِي
 آخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُعَلِّمَنِي -

(رواہ الطحاوی ولسناہ صحیح۔ (آثار السنن ص ۱۳ جلد ۲)

ثابت کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وتر پڑھانے میں آپ کی داہنی طرف کھڑا تھا۔ اور اس کی ام ولد ہمارے پیچھے کھتی۔ تین رکعت (پڑھائے) نہ سلام پھیرا۔ مگر آخر میں میں نے گمان کیا کہ وہ میرے سکھانے کا ارادہ کرتے ہیں یعنی اس طرح وتر پڑھ کر مجھے سکھایا کہ اس طرح پڑھنے چاہئیں۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَأَيْنَا أَنَا مُنْذُ أَوْرَكْنَا يَوْتِرُونَ
 بِثَلَاثٍ وَإِنْ كَلَّا لَوَاسِعٌ وَارْجُوا أَنْ لَا يَكُونَ بِشَيْءٍ
 مِنْهُ بَأْسٌ - (رواہ البخاری)

قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا لوگوں کو تین
رکعت وتر پڑھتے ہی دیکھا۔

اور یہ قاسم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ ان کی ساری عمر کے
مشاہدہ میں صحابہ و تابعین صرف تین ہی رکعت وتر پڑھتے تھے جس سے معلوم
ہوا کہ آخر الامر وتر تین ہی رکعت تھے اور حضرت قاسم کا یہ فرمانا کہ ہر ایک (طرح
وتر پڑھنا) واسع ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس میں سے کسی پر عمل کرنے
سے کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ آپ کا اپنا خیال ہے جو آپ نے ظاہر کر دیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الزناد سے انہوں نے فقہاء سبعہ سے روایت
کیا کہ وتر تین رکعت بیک سلام ہیں۔ یعنی حضرت سعید بن المسیب و عروہ بن زبیر
و قاسم بن محمد و ابو بکر بن عبد الرحمن و خارجہ بن زید و عبید اللہ بن عبد اللہ و سلیمان
بن یسار یہ سب یہی کہتے ہیں۔

أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسْمُّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ

کہ وتر تین رکعت ہیں۔ نہ سلام پھیرا جائے مگر آخر میں۔

(آثار السنن ص ۱۳)

وَعَنْهُ قَالَ أَثَبْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوِتْرَ
بِالْمَدِينَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَا يُسْمُّ إِلَّا فِي
آخِرِهِنَّ - (رواه الطحاوی)

یعنی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ نے مدینہ شریف میں فقہاء کے

قول کے مطابق تین رکعت وتر ثابت رکھے۔ ان کی آخری رکعت سوا اور کسی رکعت میں سلام نہ پھیرا جائے۔

عَنْ حَبِيبِ الْمُعَلِّمِ قَالَ قِيلَ لِلْحَسَنِ ابْنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ أَفْقَهُ مِنْهُ كَانَ يَنْهَضُ فِي الثَّالِثَةِ بِالتَّكْبِيرِ۔

رواہ الحاكم۔ (مستدرک ص ۳۰۴ جلد ۱)

حسن بصری رضی اللہ عنہ لو کہ آیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ وتروں کی دو رکعتوں میں سلام پھیر دیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ فقیہ تھے۔ وہ تیسری رکعت میں تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

یعنی وہ سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ تکبیر کہہ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت، وتر و دو شہد اور ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے۔

اخیر میں ہم ایک ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جو دو شہد اور ایک سلام اور تین رکعت میں صریح ہے۔ ملا علی قاری محدث رحمہ اللہ شرح مسند امام ص ۲۳۲ میں بحوالہ استیعاب ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

وفي الاستيعاب لابن عبد البر برواية حفص

بن سليمان عن ابان عن عياش عن ابراهيم النخعي

عن علمة عن عبد الله قال أرسلت أمي لتبیت
عند النبي صلى الله عليه وسلم فنظرت كيف يؤتير
فبانت عن النبي صلى الله عليه وسلم فصلى
ما شاء الله أن يصلي حتى إذا كان آخر الليل
و أراد الوتر قرأ سبح اسم ربك الأعلى في
الركعة الأولى وقرأ في الثانية قل يا أيها
الكَافِرُونَ - ثُمَّ قَعَدَ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَفْصِلْ بَيْنَهُمَا
بِسَلَامٍ ثُمَّ قَرَأَ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ حَتَّى إِذَا
فَرَغَ كَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ فِدَعَا بِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدَعُو
ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ .

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو بھیجا
کہ سون کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، رات رہ کر معلوم کرے
کہ آپ وتر کس طرح پڑھتے ہیں تو وہاں رات رہا۔ اس نے دیکھا
کہ حضور علیہ السلام نے جو اللہ نے چاہا، نماز پڑھی یہاں تک کہ اخیر
رات ہوئی۔ آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے پہلی رکعت
میں سورت اعلیٰ پڑھی اور دوسری میں کافرون، پھر آپ قعدہ
بیٹھے۔ پھر کھڑے ہوئے اور سلام نہ پھیرا۔ پھر تیسری رکعت
میں قل جو اللہ پڑھی جب فارغ ہوئے تب کبیر کہہ کر قنوت پڑھی اور

جو اللہ نے چاہا۔ دعا مانگی۔ پتھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

اس حدیث کو ابن حجر نے اصحابہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت بہ دو شہد و یک سلام ہیں۔

یہ حدیث اگرچہ متاخرین کو ابان بن ابی عیاش کے واسطے سے پہنچی ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن علامہ زلیعی نصب الرایہ ص ۱۶۳ جلد ۱ میں بحوالہ احکام عبدالحق ابان بن ابی عیاش کو کان رجلاً صالحاً لکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے پچھلے راوی کا ضعف کچھ مضرب نہیں۔ یہ تو مسلم امر ہے کہ وتروں کے بارہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا وہی مسلک ہے جو اس حدیث میں ہے۔ ابراہیم نخعی تک اس کے سب رجال ثقہ ہیں۔ اور امام صاحب کو ابراہیم نخعی سے بقا حاصل ہے۔ پس یہ روایت وتر کی اگر امام صاحب نے خود ابراہیم نخعی سے سنی ہو تو اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلی شرح سفر السعادت کے ص ۲۴ میں لکھتے ہیں۔ پس از حکم متاخرین محدثین بہ ضعف حدیث لازم نہ آید ضعف دسے در زمان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ یعنی متاخرین محدثین اگر کسی حدیث کو بسبب پچھلے راوی کے ضعیف کہیں تو اس حدیث کا ضعف امام اعظم رحمۃ اللہ کے زمانہ میں لازم نہیں آتا۔

علاوہ اس کے اس حدیث کے اہم مطالب کے لیے شواہد صحیحہ موجود ہیں۔ چنانچہ ہر دو رکعت کے قعود پر احادیث قولی و فعلی صحیحے گزر چکیں۔ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا۔ غلے قنوت

قبل از رکوع کے لیے دلائل آگے آتے ہیں تو کیا یہ حدیث ان دلائل کی تائید بھی نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ دلائل جو ہم نے بیان کیے ہیں اس حدیث کو قوت پہنچاتے ہیں۔ نیز امام سیوطی رحمہ اللہ نے تعقبات ص ۱۴ میں لکھا ہے۔

وَقَدْ صَرَّحَ غَيْرُ وَاحِدٍ بَانَ مِنْ دَلِيلِ صِحَّةِ الْحَدِيثِ
قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ اسْنَادٌ يُعْتَمَدُ
عَلَى مِثْلِهِ۔

یعنی صحت حدیث کی یہ بھی دلیل ہے کہ اہل علم کا اس پر عمل ہو۔
اگرچہ اس کی سند معتبر نہ ہو۔

علی قاری مرقاة ص ۱۴ جلد ۲ میں ترمذی کی ایک ضعیف حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قَالَ (الترمذی) وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ
قَالَ النَّوَوِيُّ وَاسْنَادُهُ ضَعِيفٌ نَقَلَهُ مِيرَكَ
فَكَانَ التِّرْمِذِيُّ يُرِيدُ تَقْوِيَةَ الْحَدِيثِ بِعَمَلِ
أَهْلِ الْعِلْمِ۔

ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ نووی کہتا ہے اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ میرک نے اس سے نقل کیا ہے کہ گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اہل علم کے عمل کرنے سے حدیث کو قوت ہو جاتی ہے چونکہ حدیث
ابان بن ابی عیاش کی جو وتروں کے بارے میں ہے۔ اس پر علمائے احناف
خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ کا عمل ہے تو اس عمل کے سبب اس کو ایک قسم
کی قوت حاصل ہوگی۔

وتروں میں دعائے قنوت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّهُ سَأَلَ عَنْ
الْقُنُوتِ فِي الْوِثْرِ فَقَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ
قَالَ سُنَّةٌ مَاضِيَةٌ - أَخْرَجَهُ الرَّاجِ -

(عمدة القاری شرح بخاری ص ۲۲۲ جلد ۳)

عبدالرحمان بن ابی لیلی سے قنوت، وتر کا سوال ہوا۔ تو انہوں نے
کہا کہ مجھے براء بن عازب (صحابی) رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان
کی اور فرمایا کہ قنوت فی الوتر سنت ماضیہ ہے۔ یعنی قدیم سے
اس پر عمل چلا آیا ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي قُنُوتِ الْوِثْرِ - اللَّهُمَّ

أَهْدِنِي - الخ - (رواه الترمذی والداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ ص ۱۴)

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھے کچھ کلمات سکھائے ہیں میں ان کو وتروں کی دعائے قنوت میں پڑھتا ہوں۔ وہ کلمات یہ ہیں۔ اللہُمَّ اهْدِنِي۔ الخ

دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھے

عَنْ عَاصِمِ بْنِ اِحْوَالٍ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الصَّلَاةِ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوعِ اَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا اِنَّهُ كَانَ بَعَثَ اُنَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ سَبْعُونَ رَجُلًا فَاصْبَبُوا فَنَتَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُوْنَ عَلَيْهِمْ۔ (متفق عليه بشكوة مر ۱۰۵)

عاصم احوال کہتے ہیں۔ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو قنوت کے متعلق پوچھا کہ نماز میں رکوع سے پہلے ہے یا سچے تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ صرف ایک مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رکوع کے قنوت پڑھا ہے۔ ستر فارسی حضور علیہ السلام نے تبلیغ کے لیے بھیجے تو وہ قتل کئے گئے۔ تو آپ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی اور قاتلوں پر بدعا کی۔ اس حدیث میں مطلق نماز میں قنوت پڑھنے کا سوال ہے جو نماز وتر کو شامل ہے

حافظ ابن حجر مستخرج الباری ج ۲ ص ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

أوردَهَا فِي أَبْوَابِ الْوِثْرِ أَخْذًا مِّنْ إِطْلَاقِ النَّسِّ فِي
بَعْضِ الْأَحَادِيثِ.

کہ بخاری رحمہ اللہ نے احادیث انس رضی اللہ عنہ کو جو قنوت کے بارہ میں ہیں۔ ابواب وتر میں اس لیے ذکر کیا کہ انس کی بعض احادیث میں مطلق نماز میں قنوت پڑھنا آیا ہے۔

چونکہ وتر بھی نماز ہے اس لیے ابواب وتر میں اس کا ذکر کیا۔ علاوہ اس کے ابن حجر رحمہ اللہ نے ان احادیث کے ابواب وتر میں لانے کی اور عجیب وجہ بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حدیث انس میں آتا ہے۔ كَانَتِ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ۔ کہ فجر اور مغرب میں دعائے قنوت۔ چونکہ نماز مغرب وتر نہایت اور اس میں قنوت ثابت ہے تو رات کے وتروں میں بھی قنوت ثابت ہوا۔ کیونکہ دونوں نمازوں میں جامع وتر تیرہ ہے۔

علی قاری رحمہ اللہ نے بھی مرقاة میں سوال قنوت فی الصلوٰۃ کو قنوت فی الوتر یا قنوت فی الفجر یا فی النازلہ پر حمل کیا ہے۔ بہر حال حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا فرمایا۔ بلکہ جس شخص نے رکوع کے بعد کہا۔ اس کو آپ نے خطا کی نسبت کی معلوم ہوا کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا چاہیے۔

عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكُوعِ -

(رواہ ابن ماجہ فی ص ۸۴ والنسائی فی ص ۱۴۵ و اسنادہ صحیح - (آثار السنن ص ۱۶)

ابی بن کعب کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں دعائے قنوت سے پہلے پڑھا کرتے تھے - اس حدیث کو ابن ماجہ و نسائی نے روایت کیا -

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ بِنُ
مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ
إِلَّا الْوِتْرَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ - رواه الطحاوی ص ۱۶۹ جلد ۱ -

والطبرانی و اسنادہ صحیح (آثار السنن ص ۱۶ جلد ۲)

عبدالرحمن بن مسعود رضی اللہ عنہ بجز وتروں کے اور کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے - وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے - اس کو امام طحاوی نے روایت کیا -

وَعَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَاصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ -

رواہ ابن ابی شیبہ و اسنادہ صحیح - (آثار السنن ص ۱۶)

علقمہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے - اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا - جوہر النقی ص ۲۱۲

میں اس کی سند کو صحیح علی شرط مسلم لکھا ہے۔
 عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ
 يَقْنُتُ السُّنَّةَ كُلَّهَا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوْعِ -
 (اخرجه محمد في كتاب الآثار ص ۴۲)

ابراہیم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال و تروں
 میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

عن حماد عن ابراهيم النخعي ان القنوت في الوتر
 واجب في شهر رمضان وغيره قبل الركوع و اذا
 اردت ان تقنت فكبر و اذا اردت ان تترك
 فكبّر ايضاً - (رواه محمد في كتاب الآثار ص ۴۲)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت و تروں میں واجب
 ہے رکوع سے پہلے۔ رمضان اور غیر رمضان میں جب قنوت
 پڑھنے کا ارادہ ہو تو تکبیر کہو۔ جب تو رکوع کا ارادہ کرے پھر بھی
 تکبیر کہو۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا۔

وَقَدْ اَخْرَجَ الْخَطِيبُ فِي كِتَابِ الْقُنُوتِ لَهُ عَنْ عَبْدِ
 اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ
 فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوْعِ ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي الْحَقِيْقِ
 وَسَكَتَ عَنْهُ - (كبيري شرح منيه ص ۳۹۶)

خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنه سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں میں
رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ اس کو ابن جرزی نے تحقیق میں ذکر
کیا اور اس پر سکوت کیا۔ (زیلعی ص ۲۶۹)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَوْتَرَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ فَكُنْتُ فِيهَا قَبْلَ الرَّكُوعِ -
اخرجه الحافظ ابو نعیم فی الحلیة۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت
وتر پڑھے۔ اور رکوع سے پہلے ان میں قنوت پڑھی۔ اس کو ابو نعیم
نے حلیہ میں روایت کیا۔ (نصب الرایہ ص ۲۶۹) (مرقاۃ ص ۱۵۸)
عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ
بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ وَ يُجْعَلُ الْقَنُوتُ قَبْلَ الرَّكُوعِ -

(اخرجه الطبرانی فی معجمه الوسط)

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت
وتر پڑھا کرتے تھے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اس کو
طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا۔ (زیلعی ص ۲۸۰)

دُعاے قنوت کے وقت رفع الیدین کرنا

عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْآخِرِ رَكَعَتِهِ مِنَ الْوُتْرِ قُلْ هُوَ اللَّهُ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكَعَةِ -

(رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین ص ۲۸)

عبداللہ رضی اللہ عنہ وتروں کی آخری رکعت میں قل هو اللہ پڑھتے پھر ہاتھ اٹھاتے اور رکوع کے پہلے قنوت پڑھتے۔ اس کو بخاری نے جزء رفع الیدین میں روایت کیا۔ آثار السنن ص ۱۸ میں لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

عن جعفر حدثني ابو عثمان قال كنا نحن و عمر يوم الناس تُوقِنْتُ بنا عند الركوع يرفع يديه حتى يبذو كفاه و يخرج منعبيه -

ابو عثمان کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ ہماری امامت کرتے تھے پھر رکوع کے وقت (یعنی رکوع سے پہلے) قنوت پڑھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کی دونوں ہتھیلیاں ظاہر ہو جاتیں اور بازو جھکا ہو جاتے۔ اس کو امام بخاری نے رسالہ رفع الیدین کے ص ۲۸ میں روایت کیا۔

۱۔ قیام اللیل ص ۱۳۴ میں رفع الیدین کی اور بہت روایتیں ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوتِ .

ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت میں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے جہ زرفع الیدین میں روایت کیا۔

عن ابراهيم النخعي قال ترفع اليدي في سبع مواطن في افتتاح الصلوة وفي التكبير القنوت في الوتر وفي العيدين وعند استلام الحجر وعلى الصفا والمروة وجمع و عرفات وعند المقيمين عند الجمرتين - (رواه الطحاوي وسنده صحيح ص ۳۹۱)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ سات جگہ میں ہاتھ اٹھانے جاتے ہیں۔ نماز کے افتتاح میں یعنی تکبیر تحریمیہ کے وقت اور وتروں کی قنوت کے وقت۔ اور دونوں عیدوں میں اور حجر اسود کے چومنے کے وقت۔ اور صفا و مروہ پر اور مزدلفہ اور عرفات میں اور جہروں کے پاس کھڑے ہونے کے وقت۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

دُعَاة قنوت کے الفاظ

عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوا عَلَى مُضَرَ إِذْ جَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ اسْكُنْ

فَسَكَتَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ لَو يُبْعَثُكَ سَبَابًا
وَلَا لَعْنَةً وَإِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً لَيْسَ لَكَ مِنْ
الْأَمْرِ شَيْءٌ الْآيَةُ ثُمَّ عَلَّمَهُ الْقِنُوتَ اللَّهُمَّ
إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُخَضِّعُ
لَكَ وَنُخَلِّعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَكْفُرُكَ اللَّهُمَّ إِنَّا كَ
نَعْبُدُوكَ نُصَلِّيُ وَنَسُجُدُ وَابْتِغَاءُ نَفْسِي وَنُخَفِّدُ
وَنَرْجُوا رَحْمَتَكَ وَنَخَافُ عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ
الْجَدُّ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ

(اخرجہ ابوداؤد فی المراسل بحصب الراية زیلعی ص ۲۸۴)

خالد بن ابی عمر ان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضر
پر بدو عافرتے تھے کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور
اشارہ کیا کہ ٹھہرو حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ جبریل
علیہ السلام نے عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ
نے آپ کو برا کہنے والا اور لعنت کرنے والا (بنا کر) نہیں بھیجا
بلکہ اس نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کے لیے
امر الہی (میں کچھ) (دخل) نہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام نے یہ

لے ذاتی طور پر إلا ماشاء اللہ۔

دُعَاةٌ قَنُوتِ سَكَّهَانِي۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ اِلٰهِ اِمَامِ طِحَاوِي
 نے شرح معانی الآثار ص ۱۲۷ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
 کیا ہے کہ آپ نے فجر کی نماز میں بعد رکوع کے یہ دعا پڑھی۔
 اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُنْشِئُ عَلَيْكَ الْخَيْرَ
 كُلَّهُ وَ نَشْكُرُكَ وَ لَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ
 يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ لَكَ نُسَبِّحُ وَ نَسْجُدُ وَ
 اِلَيْكَ نَسْعَى وَ نَخْفَدُ وَ نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَ نَخْشَى عَذَابَكَ
 اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ۔

امام نووی نے بھی اذکار ص ۲۹ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے صاحب
 حسن حصین نے اس دعا کو اذکار وتر میں لکھا ہے۔ امام طحاوی نے متعدد
 روایات بیان کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ پھر ان کی تطبیق اس طرح کی ہے
 کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ کے موقع پر تو صبح میں قنوت پڑھتے اور بغیر
 جنگ کے نہ پڑھتے تو معلوم ہوا کہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ تھی۔ فقہا علیہم
 الرحمۃ نے وتروں کے لیے اس قنوت کو پسند کیا۔ اور یہ تصریح فرمادی کہ
 بجز قنوت ماثورہ اور کوئی دعا قنوت وتر کے وقت نہیں جو چاہے پڑھے لیکن
 اس وقت کے ساتھ اگر قنوت حسن رضی اللہ عنہ منم کرے تو بہتر ہے۔
 (فتح القدیر و کبیری) قنوت حسن رضی اللہ عنہ یہ ہے جس کو ابو داؤد نے

ص ۳۶ باب القنوت فی الوتر میں لکھا ہے۔

عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَّمَنِي رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوَتْرِ
 قَالَ ابْنُ جَوَّاسٍ فِي قُنُوتِ الْوَتْرِ اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ
 هَدَيْتَ وَ عَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِي فِيمَنْ
 تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّمَا
 قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَ لَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَ إِنَّهُ
 لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَ لَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكَتَ
 رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ۔

علامہ علی قاری مرقاة ص ۱۵۶ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے
 ہیں و ظَاهِرُهُ الْإِطْلَاقُ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ كَمَا هُوَ
 مَذْهُبُنَا۔ اس حدیث کا ظاہر سارے سال میں رقتوت وتر پڑھنے
 کو مطلق ہے۔ جیسے ہمارا مذہب ہے۔ یعنی شافعیہ کے نزدیک رمضان
 شریف کے نصف اخیر میں قنوت وتر پڑھنا چاہیے۔ لیکن امام اعظم رحمۃ
 اللہ علیہ کے نزدیک تمام سال میں و تروں میں قنوت ہے۔ اور یہ حدیث
 امام صاحب کی مؤید ہے۔

وتروں کا وقت

نماز عشاء کے بعد صبح صادق تک ہے۔

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوَيْثُ جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ تَطْلُعَ الْفَجْرُ.

(رواہ الترمذی ابو داؤد - مشکوٰۃ ص ۱۰۴)

خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ساتھ (یعنی زیادہ کر کے) تمہاری مدد کی۔ وہ نماز تمہارے لیے سُرخ اونٹوں سے بہتر سے وہ نماز وتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عشاء کی نماز اور طلوع فجر کے درمیان مقرر کیا۔ ہے۔ یعنی نماز عشاء کے بعد طلوع فجر سے پہلے اس کا وقت ہے۔ اس حدیث کو ترمذی ابو داؤد نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ فرض عشاء سے پہلے وتر جائز نہیں۔ وتروں کا وقت بعد عشاء ہے۔ دوسری حدیث عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی وجوب وتر کے بیان میں گزری ہے۔ فانظر تمہ۔

وتروں کا افضل وقت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ
وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ
فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ.

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۳۳)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے فرمایا رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ڈرتا ہو کہ آخر رات کو جاگ
نہیں سکے گا وہ پہلی رات وتر پڑھے اور جو شخص آخر رات کو
جاگنے کا طمع رکھتا ہے یعنی اس کو یقین ہے کہ ضرور جاگ سکے گا
تو اسے چاہیے کہ آخر رات کو وتر پڑھے کیونکہ آخر رات کی نماز
مشہودہ ہے یعنی رحمت کے فرشتے یا رات و دن کے فرشتے
اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ (آخر رات میں وتر پڑھنا)
افضل ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

علی قاری مرقاۃ ص ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا وتروں کے فوت
ہونے کے خوف سے وتروں کا پہلی رات میں پڑھ لینے کا امر کرنا دلیل ہے
اس امر کی کہ وتر واجب ہیں۔ اور اسی طرف گئے ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا مِنْ كَلِّ اللَّيْلِ أُوتِرَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَ
أَوْسَطِهِ وَآخِرِهِ وَانْتَهَى وَتُرَةُ إِلَى السَّحَرِ -
متفق عليه - (مشکوٰۃ ص ۱۰۳)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں - رات کے ہر حصہ میں رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں رات کے اول میں - اور اس
کے درمیان میں اور اخیر میں - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے وتر آخر میں سحر کے وقت مقرر اور ثابت ہوئے -

نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں - فِيهِ
اسْتِحْبَابُ الْإِيْتَارِ اجْرُ اللَّيْلِ کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ
وتر بچھپی رات کو پڑھنا مستحب ہے -

سونے سے پہلے وتر پڑھنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي
خَلِيلِي بِثَلَاثِ صِيَامٍ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ
وَرَكْعَتَي الصُّحَىٰ وَ أَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ -

متفق عليه - (مشکوٰۃ ص ۱۰۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے مجھے میرے دوست یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی اور دو رکعتیں نماز صبح پڑھنے کی اور سونے سے پہلے نماز وتر پڑھ لینے کی۔

اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے سے پہلے بھی وتر پڑھ لینے درست ہیں۔ اگرچہ پہلی رات افضل ہیں۔

علامہ علی قاری نے مرقاة میں بحوالہ ابن حجر لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ پہلی رات احادیث کے حفظ کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ اور رات کا بہت حصہ اس شغل میں گزر جاتا تھا تو ان کو اخیر رات جاگنے کا یقین نہیں ہوتا تھا اس لیے حضور علیہ السلام نے ان کو تاکید فرمائی کہ وتر رات کے پہلے حصہ میں سونے سے پہلے پڑھ لیا کرو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا سبب ہو۔ واللہ اعلم۔

دنوں کی تینوں رکعتوں میں قرأت پڑھنا

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جَرِيحٍ قَالَ سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُؤْتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ

يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَ فِي الثَّلَاثَةِ بَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
وَالْمُعَوِّذَاتَيْنِ - رواه الترمذی و ابو داؤد و النسائی و

رواه احمد عن ابی بن کعب و الدارمی عن ابن
عباس و لم یذکروا المعوذتین - (مشکوٰۃ ص ۱۰۴)

ابن جریر کہتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا
کہ کس شے کے ساتھ (یعنی کن سورتوں کے ساتھ) حضور علیہ
السلام وتر کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یا اے اللہ! یا اے اللہ! یا اے اللہ!
تیسری میں قل ہو اللہ احد اور معوذتین - اس کو ترمذی نے ،
ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا - اور احمد نے ابی بن کعب سے
اور دارمی نے ابن عباس سے یہی حدیث روایت کی - لیکن
انہوں نے معوذتین کا ذکر نہیں کیا اور تین رکعت وتر کے بیان
میں حدیث ۳ و ۴ میں بھی وتروں کی قرأت کا بیان ہے -

وتروں کی تینوں رکعتوں میں پڑھنا

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال بت عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام من اللیل
فصلی رکعتین ثم قام فاوتر فقرأ بفاتحة الكتاب

وَسَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ تَسْبُحًا وَتَسْبُحًا وَتَسْبُحًا
فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَسْبُحًا
رُكْعًا وَسَجْدًا وَقَامَ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَسْبُحًا قُنْتُ وَدَعَا تَسْبُحًا رُكْعًا.

اخرجه في كتاب الحجج على ما نقله العلامة

وصى احمد السورتى في شرحه على المنية ص ۴۰۴

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس رات گزار ہی۔ تو حضور علیہ السلام رات کو اٹھے

آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ اٹھے تو آپ نے وتر

پڑھے۔ آپ نے الحمد شریف اور سورۃ اعلیٰ پڑھی۔ پھر رکوع اور

سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور الحمد شریف اور سورت کافرون

پڑھی۔ پھر رکوع وسجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے پھر فاتحہ اور قل ہو اللہ

احد پڑھی۔ پھر قنوت پڑھی اور دعا کی۔ پھر رکوع کیا۔ اس حدیث

کو امام محمد نے کتاب الحجج میں روایت کیا۔

(تعلیق المجلی ص ۴۰۴)

اس حدیث سے علاوہ فاتحہ پڑھنے کے چند امور استفاد ہوئے۔

۱۔ یہ کہ وتر تین رکعت پڑھے۔

۲۔ یہ کہ تیسری رکعت میں حضور علیہ السلام نے دعائے قنوت پڑھی۔

۳۔ یہ کہ قنوت رکوع سے پہلے پڑھی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ جَهْدٌ وَثِقْلٌ فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ فَإِنَّ فِتَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَإِلَّا كَانَتَا لَدْرَ -

رواه الدارمی والطحاوی والدارقطنی۔

(آثار السنن ص ۲۲ جلد ۲)۔ مشکوٰۃ ص ۱۰۵

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ رات کا جاگنا بہت مشکل اور بھاری ہے۔ جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو چاہیے کہ دو رکعت رنقل وتروں کے بعد پڑھے۔ اگر رات کو اٹھا تو بہتر ورنہ یہ دو رکعتیں اس کے لیے کافی ہوں گی۔ یعنی یہ دو رکعت نماز تہجد کی جا بجا ہو جائے گی۔ اس کو دارمی و طحاوی و دارقطنی نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتروں کے بعد دو نفل پڑھنے چاہئیں۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوا کہ سونے سے پہلے وتر پڑھنے درست ہیں۔

وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْوُتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا إِذَا
زُلْزِلَتْ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ -

رواه احمد والطحاوی واسنادہ حسن - (آثار السنن ص ۲۲ جلد ۲)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے بیٹھ کر اور
ان دونوں رکعتوں میں اذان لڑتے اور قل یا ایہا الکفرون سورتیں
پڑھتے تھے۔ اس کو احمد و طحاوی نے روایت کیا۔

اس حدیث سے ان دو رکعتوں کا بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہوتا ہے نیز حدیث
عائشہ رضی اللہ عنہا میں جو کہ صحیح مسلم کے ص ۲۵۶ میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وتروں کی کیفیت میں آئی ہے۔ لکھا ہے۔ ثُمَّ يُصَلِّي
رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَائِمٌ - ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اس کے کہ وتروں کا سلام پیرتے دو
رکعت (نفل) بیٹھ کر پڑھتے۔ اسی طرح نسائی میں آیا ہے۔
ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ -

پھر آپ دو رکعت نماز پڑھتے۔ درآں حال کہ آپ بیٹھتے ہوتے
یعنی بیٹھ کر پڑھتے۔

وتروں کے بعد کیا پڑھے

مشکوٰۃ شریف کے ص ۱۰۴ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ فِي الْوُتْرِ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ

(رواه البوداؤد والنسائی)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وتروں کا سلام کہتے تو سبحان الملک القدوس پڑھتے۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ تین بار سبحان الملک القدوس پڑھتے اور تیسری بار میں آواز بلند کرتے۔ نووی نے اذکار ص ۴۲ میں اس حدیث کی اسناد کو صحیح فرمایا۔

فاثدہ - ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ ص ۱۵۸ جلد ثانی میں منظر سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث ذکر جہر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے جب کہ ریاء سے اجتناب ہو کہ ذکر جہر میں دین کا اظہار اور سامعین کو تعلیم ہے اور ان کو غفلت سے بیدار کرنا ہے۔ اور جہاں تک ذکر جہر کا آواز پہنچے وہاں تک ذکر کی برکت کا پہنچانا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يَقُولُ فِي الْآخِرِ وَثَرِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ
 سَخَطِكَ وَبِعَافَاكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ
 مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ
 عَلَيَّ نَفْسِكَ - (رواه البوداؤد والترذی والنسائی وابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 وتر (نماز) کے آخر میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ
 بِرِضَاكَ الْخِ اس حدیث کو البوداؤد، ترذی، نسائی، ابن ماجہ
 نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۴)

مرقاۃ میں علی قاری فرماتے ہیں کہ نسائی کی بعض روایات میں آیا ہے کہ نماز
 سے فارغ ہو کر لیٹنے کے وقت آپ یہ دعا پڑھتے۔ واللہ اعلم۔

سواری پر سے اتر کر و تر پڑھے

عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّكَ كَانَ يُصَلِّيَ عَلَيَّ رَاحِلَتِهِ
 وَيُوتِرُ بِالْأَرْضِ وَيَزْعَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ كَذَلِكَ - (زاخرہ الطحاوی ص ۲۴۹ جلد ۱)
 ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ اور وتر زمین
 پر (اتر کر) ادا کرتے۔ اور یہ گمان کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

عن مجاهد أنّ ابن عمر كان يُصليّ في السفر على
بغيره أين ما توجه به فإذا كان في السحر
نزل فأوتر. (طحاوی)

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سفر میں اپنے اونٹ
پر نماز پڑھتے تھے۔ جدھر وہ جاتا جب سحر ہوئی تو آپ اتر کر
وتر پڑھتے۔ اسی کو طحاوی نے روایت کیا۔

مضور علیہ السلام سے جو سواری پر وتر پڑھنا آیا ہے، امام طحاوی فرماتے
ہیں کہ یہ وتروں کے موکد ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ایک رات میں دو وتر نہ پڑھے

عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا وَتْرَانِ فِي
لَيْلَةٍ - رواه الخمسة إلا ابن ماجه واسناده صحيح -

طلیق فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو فرماتے سنا کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

(آثار السنن ص ۲۲)

عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ
فَقَالَ إِذَا أَوْتَرْتَ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَلَا تُؤْتِرَ أُخْرَى وَإِذَا

اَوْتَرَّتْ اِحْرَهُ فَلَا تُؤْتِرُ اَوَّلَهُ قَالَ وَسَالَتْ عَائِدَةُ بِن
عَمْرٍ وَفَقَالَ مِثْلَهُ - (رواه الطحاوی)

ابن حبرہ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عباس سے وتروں کے
متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب تو پہلی رات کو وتر پڑھ
لے تو پچھلی رات نہ پڑھ۔ اور جب پچھلی پڑھ لے تو پہلی رات
نہ پڑھ۔ کہا اس نے، میں نے عائدہ بن عمرو کو بھی پوچھا۔ اس نے
بھی ایسا ہی کہا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔ واللہ اعلم۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ كَمَا نَزَّ بِدَلِّلِ الْبَابِ حَصَّةً مَكْمَلًا هُوَا - امید ہے کہ ناظرین
مؤلف کے حق میں دعائے خیر فرماویں گے۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس
کتاب کو مقبول فرمائے اور میری بخشش کا ذریعہ ہو۔ آمین!

ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ

السَّنَدُ وَالْإِجَازَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ إِلَيْكَ إِسْنَادُ الْحَمْدِ وَنِهَايَةُ سَلَا سِلِّ
 الصَّمَدِ صَلَّى عَلَى حَبْلِكَ الْمَوْصُولِ الْمُتَّصِلِ الْغَيْرِ
 الْمُنْقَطِعِ مَرْسَلِكَ الْمَرْفُوعِ بِوَصْلِكَ فَوْقَ كُلِّ مُرْتَفِعٍ
 وَعَلَى إِلَهٍ وَصَحْبِهِ خَيْرِ آلٍ وَصَحْبِهِ رَوَاةِ عِلْمٍ وَ
 حَدِيثِهِ طُرُقِ الْوُصُولِ إِلَى سَاحَتِهِ الرَّحْبِ وَبَعْدَ
 فَسْلَامٍ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْفَاضِلُ السُّوَلِيُّ أَبَا يُوسُفَ
 مُحَمَّدَ شَرِيفِ الْحَنْفِيِّ الْفَنَجَابِيِّ السِّيَالِكُوْتِي سَأَلْتَنِي
 الْإِجَازَةَ ظَنًّا مِنْكَ إِنِّي أَهْلٌ لِذَلِكَ وَلَسْتُ هُنَاكَ
 وَلَكِنَّ الرَّحْمَنُ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ فَاجْزُتْكَ عَلَى بُرْكَاتِهِ
 اللَّهُ وَبُرْكَاتِهِ رَسُولِ اللَّهِ أَوَّلًا بِالصِّحَاحِ السِّتَّةِ
 وَمَشْكُوتِ الْمَصَابِيحِ وَسَائِرِ كُتُبِ الْحَدِيثِ
 الْمُتَدَاوِلَةِ وَثَانِيًا بِالسَّلْسِلَةِ الْعَلِيَّةِ الْعَالِيَةِ
 الْقَادِرِيَّةِ الْبَرَكَاتِيَّةِ وَوَصِيَّتِي لَكَ التَّمَسُّكُ
 التَّامُّ بِمَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَمُجَانِبَةُ أَهْلِ الْبِدْعِ

وَالْفِتْنَةَ وَصَرَفِ الْعُمْرِ فِي حِمَايَةِ السُّنَنِ وَإِعَانَةِ
 أَرْبَابِهَا وَزَكَايَةِ الْفِتَنِ وَإِهَانَةِ أَصْحَابِهَا لَوْ سَيِّمًا
 الدِّيَانَةَ فَإِنَّهُمْ الْفِرَاعِيَّةُ وَأَضْرُّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ
 مِنْ إِبْلِيسِ اللَّعِينِ أَعَاذَنَا اللَّهُ وَإِيَّاكَ مِنْ
 شَرِّهِمْ أَجْمَعِينَ فَذَلِكَ أَعْظَمُ الْقُرْبِ وَ
 أَرْضِي مَرْضَاةَ لِلنَّبِيِّ وَالرَّبِّ وَأَنْ لَا تَنْسَانِي مِنْ
 دَعْوَتِكَ الصَّالِحَةِ الْمُتَوَافِرَةِ بِالْعُفُوِّ وَالْعَافِيَةِ
 فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ ذَلِكَ لِسِتِّ
 ثَقِيْنٍ مِنَ الْمَحْرَمِ الْحَرَامِ سَنَةِ الْهَذَا وَثَلَاثِمِائَةٍ
 وَثَمَانٍ وَثَلَاثِينَ مِنْ هِجْرَةِ سَيِّدِ الْإِنَامِ عَلَيْهِ وَ
 عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ قَالَهُ
 بِفَمِهِ وَامْرَبْرَقَمَ عَبْدُ الْمِصْطَفَى أَحْمَدُ رِضَا الْقَادِرِي
 الْبِرْكَاتِي الْبِرِيلَوِي عَفِيَ عَنْهُ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ
 تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ - آمِينَ - مُرَّ

ابو يوسف محمد شريف





